رسالہ نور

مفتی احمد یار خان
نعیمی علیہ رحمہ

محمد مہرِ گردشِ چار اختر
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

اس رسالہ میں نبی پاک کے نور ہونے اور جسم شریف کے بے سایہ ہونے کا ثبوت ہے

رسالۂ نور

مع

اضافاتِ جدیدہ و افاداتِ عدیدہ

مُصنّفہ

حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب

ناشر

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں

نعیمی کتب خانہ گجرات پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ وَاَصْحَابِہِ الطَّاہِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ

جاننا چاہیئے کہ جیسے اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں خصوصی صفات بخشنے ویسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خصوصیت بھی عطا کی کہ انہیں اپنے نور سے بنایا اور سارے عالم کو ان سے ظاہر فرمایا۔ یعنی انہیں کے سر پہ اولیت کا تاج رکھا اور ان ہی کی پیشانی پہ آخرت کا سہرا باندھا اور انہی کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور انہی کو معراج کی رات میں اگلے سارے پیغمبروں کا امام بنایا ؎

نمازِ اسریٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہوں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

تخم درخت سے پہلے ہوتا ہے پھر اسی تخم پر درخت کی تکمیل اور انتہا ہوتی ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس پر آج تک ۔۔ ہر اسلام کا دعویٰ کرنے والے متفق رہے خود علمائے دیوبند کا بھی یہی عقیدہ رہا جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ مگر موجودہ زمانے کے نئے دیوبندی وہابی جہاں حضور کے اور اوصاف خصوصی کے انکاری ہو گئے ہیں جن پر اہل اسلام ناز کرتے تھے۔ وہاں حضور کے نور ہونے کے بھی منکر ہو گئے اب یہ حال ہو گیا ہے کہ حضور کے نور ہونے کے انکار کے لئے جلسے ہو رہے ہیں۔ عام دیوبندی عالموں کے لباس میں دن رات دھواں دھار تقاریر کر رہے ہیں۔ اور گمراہ کن طریقوں سے حضور کی نورانیت کا انکار کر رہے ہیں۔ طریقہ کلام اتنا بد تہذیبی گستاخی کا ہے کہ پتہ نہیں لگتا کہ کوئی سکھ۔ عیسائی۔ آریہ بول رہا ہے یا کلمہ گو مدعی اسلام ؏

میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نمک کھایا ہے۔ ان کے نام پلا ہوں۔ ان کے دروازوں کے ٹکڑوں سے گزارہ کر رہا ہوں۔ ان کی غلامی سے عزت ملی ہے۔ نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا ان کے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا۔ مجھے اس سے دکھ پہنچا۔ صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے۔ یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدر وحنین کا میدان ہوتا اور ان پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفار کے نیزہ تلوار اپنے اوپر لیتے ۔ ع

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم از کم چوب قلم سے بدگویوں کا مقابلہ کریں اور دشمنوں کے لسانِ قلم کو اپنے پر جھیلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور غازیانِ بدر وحنین کے غلاموں میں حشر نصیب فرمادے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نعلین بردار دل میں قیامت کے دن اٹھائے۔

یہ مدنظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس رسالہ کے لکھنے کی ہمت کی۔ جس میں ثابت کیا کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ہیں اور سارے عالم کا ظہور حضور کے نور سے ہے۔ اس رسالہ کا نام "رسالہ نور" رکھتا ہوں اور اس کا بھی وہ ہی طریقہ ہوگا۔ جو "جاء الحق" اور "سلطنتِ مصطفٰے" وغیرہ کتابوں کا ہے کہ اس رسالہ کے دو باب کئے جائیں گے۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت قرآنی آیات احادیثِ شریفہ۔ بزرگانِ دین کے اقوال اور خود دیوبندی پیشواؤں کے کلام سے ہوگا۔ دوسرے باب میں اسی مسئلہ پر اب تک جس قدر اعتراض ہو چکے ہیں اور میرے علم میں آچکے ہیں ان کے جوابات۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ التَّوَكُّل وَإِلَيْهِ الْمَآب

احمد یار خاں بدایونی

مُقدّمہ

رسالہ شروع کرنے سے پہلے چند قواعد خیال میں رکھنا چاہئیں :

۱۔ نور کے لغوی معنی ہیں روشنی۔ چمک دمک اور اجالا۔ مگر کبھی اس کو بھی نور کہہ دیا جاتا ہے جس سے روشنی اور اجالا نمودار ہو۔ اس معنی میں سورج کو نور کہا جاتا ہے بجلی۔ چراغ۔ لالٹین کو نور یا روشنی کہہ دیتے ہیں یعنی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔

۲۔ نور دو طرح کا ہوتا ہے۔ نور حسی اور نور عقلی۔ نور حسی وہ جو آنکھوں سے دیکھنے میں آئے جیسے دھوپ۔ چراغ۔ بجلی وغیرہ کی روشنی۔ نور عقلی جس کو آنکھ تو محسوس نہ کر سکے مگر عقل کہے کہ یہ نور ہے۔ روشنی ہے۔ اس معنی سے اسلام کو۔ قرآن کو۔ ہدایت کو۔ علم کو نور کہا جاتا ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں :-

(۱) اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔	اللہ مددگار ہے مومنوں کا انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

اس آیت میں گمراہی کو اندھیری اور ہدایت کو روشنی اور نور فرمایا گیا ہے۔

(۲) وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔	اور ہم نے تمہاری طرف کھلی روشنی اتاری۔

اس آیت میں قرآن کو نور فرمایا گیا۔

(۳) مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ۔	رب کے نور کی مثال اس طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو۔

اس آیت میں رب نے اپنی ذات کو یا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا۔

(۴) اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ۔	تو کیا وہ جو مردہ تھا۔ پھر ہم نے اُسے زندگی بخشی اور اس کے لیے نور بنایا۔ جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے۔
(۵) اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ	تو کیا وہ شخص جس کا سینہ ہم نے اسلام

بِالْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔	کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔
(۶) رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا۔	اے رب ہمارے ہمارا نور پورا فرما اور ہماری مغفرت فرما۔
(۷) وَاَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ۔	اور ہم نے توریت اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں :

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهٍ وَاِنَّ النُّوْرَ لَا يُعْطٰى لِعَاصٍ	بے شک علم رب کا نور ہے اور نور گنہ گار کو نہیں ملتا۔

۳ ۔ نور کی تعریف یہ ہے کہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے یعنی ظاہر بالذات۔ مُظْهِرٌ لِلْغَيْرِ۔ یہ ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا بھی دو طرح کا ہے حسّی اور عقلی۔ چاند سورج۔ بجلی بَلب وغیرہ حسی طور پر ظاہر اور مظہر ہیں اور علم۔ ہدایت اسلام۔ قرآن وغیرہ عقلی طور پر خود ظاہر ہیں اور دوسروں کو ظاہر کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ حقیقتہً ازلی ابدی ذاتی نور ہے کہ خود ظاہر ہے اور جسے اس نے ظاہر فرمادیا وہ ظاہر ہو گیا۔ باقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن شریف یا اسلام یا فرشتے عطائی طور پر رب کے بنانے سے نور ہیں۔ کہ اسی نے انہیں نور بنایا یہ نور بن گئے۔ جیسے رب تعالیٰ حقیقی طور پر ازلاً ابداً سمیع۔ بصیر۔ حی علیم۔ خبیر ہے اور دوسری مخلوق اس کے بنانے سے عطائی طور پر سمیع بھی ہے بصیر بھی ہے۔ علیم بھی ہے خبیر بھی ہے۔ اپنے لئے فرماتا ہے :

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔	بیشک وہ رب سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں رب نے اپنے آپ کو سمیع بصیر فرمایا۔ دوسری آیت میں انسان کے بارے میں فرماتا ہے :

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔	ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا فرمایا۔ آزمائش کو۔ پھر اسے سمیع و بصیر فرمایا۔

تمام صفات یہ ہی حال ہے کہ رب تعالےٰ بذاتِ خود بغیر کسی کی عطا کے ان صفات سے موصوف اور دوسری مخلوق عطائی طور پر رب تعالیٰ کے بنانے سے ان صفات سے عارضی موصوف ہے لفظ مشترک ہیں مگر معنی میں بڑا فرق ہے۔

۵۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے رب کا نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ حضور خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے نہ یہ کہ حضور علیہ السلام خدا کی طرح ازلی ابدی ذاتی نور ہیں۔ نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضور میں سرایت کر گیا ہے تاکہ شرک و کفر لازم آئے۔ بلکہ صرف یہ معنی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بلاواسطہ رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور کے واسطے سے رب کا فیض لینے والی۔ جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا کر پھر دوسرے چراغ سے ہزاروں چراغ لگا لو۔ یا ایک شیشہ سورج کے سامنے رکھو کہ وہ چمک جاوے پھر اُسے ان شیشوں کی طرف کر دو جو تاریک کوٹھری میں ہیں تو اس کے عکس سے تمام شیشے جگمگا جاویں گے۔ ظاہر ہے کہ پہلے شیشے میں نہ تو سورج اتر آ گیا نہ اس کا ٹکڑا کٹ کر شیشہ میں سما گیا۔ بلکہ صرف یہ ہوا کہ پہلے شیشے نے بلاواسطہ سورج سے روشنی حاصل کی اور باقی تمام نے اس شیشہ سے۔ کہ اگر یہ پہلا شیشہ درمیان میں نہ ہو تو ساری کوٹھری والے شیشے تاریک اور اندھیرے رہ جائیں۔ اس کی مثال یہ سمجھو کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔	اور جب میں انہیں درست کر دوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَرُوْحٌ مِّنْہُ | وہ عیسیٰ علیہ السلام کے رب کی رُوح ہیں۔

اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح اللہ کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدم و عیسیٰ علیہما السلام اللہ کی رُوح کا ٹکڑا یا جز ہیں یا خدا نے ان میں سرایت کی ہے۔ بلکہ بلا واسطہ ماں باپ یا بلا واسطہ اب انہیں رب نے رُوح بخشی۔ اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور اللہ ہونے کے معنی یہ ہی ہیں کہ بلا واسطۂ مخلوق رب سے فیض پانے والے۔

۶۔ ایک ہے شخص محمدی۔ دوسری ہے حقیقتہ محمدیہ۔ شخص محمدی اس جسم اطہر کا نام ہے جو آدم علیہ السلام کی اولاد میں بی بی آمنہ خاتون سے ہے تمام نبیوں کے بعد دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ جو اس عالم میں تمام رشتوں سے منسلک ہے۔ بی بی آمنہ خاتون کا نورِ نظر ہونا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا سرتاج ہونا۔ حضرت ابراہیم طیّب و طاہر و فاطمہ زہرا کا والد نامدار ہونا یہ تمام رشتے اس شخص محمدی کی صفات ہیں ؎

حقیقت محمدیہ صوفیا کی اصطلاح میں ذاتِ مطلقہ کے پہلے تعین کا نام ہے بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ مصدر کے پہلے تعین کا نام ماضی مطلق ہے جو مصدر سے بنا۔ پھر تمام مشتقات اس ماضی مطلق سے بنے تو ماضی مطلق مصدر کا پہلا تعین ہے اور باقی تمام مشتقات بعد کا تعین رب تعالیٰ مصدر تجلیات ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ماضی مطلق یعنی رب کی پہلی تجلی اور باقی مخلوقات بعد کی تجلیوں کے مظہر شخص محمدی کے بارے میں فرمایا گیا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ | فرما دو میں تم جیسا بشر ہوں۔

اور حقیقت محمدیہ کے بارے میں خود حضور علیہ صلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

کُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ۔ | ہم اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام آب و گل میں جلوہ گر تھے۔

حقیقت محمدیہ نہ اولادِ آدم میں سے ہے نہ بشر ہے نہ مِثْلُکُمْ ہے نہ کسی کی باپ۔ نہ کسی کی اولاد۔ بلکہ سارے عالم کی اصل ہے۔ ظاہر ہے کہ بشریت

کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے اور حضور اس وقت نبی ہیں جب آدم علیہ السلام کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا۔ اگر اس وقت اور اس حالت میں حضور بشر ہوں۔ تو نہ آدم علیہ السلام بشر رہتے ہیں نہ ابوالبشر۔

اب جو نبی کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ نبی وہ انسان ہیں جنہیں اللہ تعالے نے شرعی احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ یہ شخص نبی کی تعریف ہے حقیقتِ نبی کی نہیں۔ حضور نبوت سے اس وقت موصوف ہیں جب انسانیت کا نشان بھی نہ تھا کیونکہ ابھی پہلے انسان اور تمام انسانوں کے والد حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ انسان کے لئے ضروری چیزیں وقت وجگہ بھی نہ بنے تھے حضور کی نبوت مکان ومکین سے پہلے کی ہے۔

بادام کا پوست بھی بادام کے نام ہی سے پکارا جاتا ہے۔ اور مغز بھی مگر پوست کے اور احکام ہیں۔ اور مغز کے دوسرے احکام۔ پھر مغز پوست میں ہے اسی طرح حقیقت محمدیہ شخص محمدی میں جلوہ گر ہے۔ نور ہونا۔ برہان ہونا۔ رب کی دلیل ہونا۔ اسی حقیقت محمدیہ ورائی کے صفات ہیں۔ اس مضمون کو مثنوی شریف میں بہت شرح وبسط سے بیان فرمایا۔ اور مولوی اشرف علی صاحب نے نشر الطیب میں خوب اچھی طرح ثابت فرمایا ہے۔ تفسیر رُوح البیان سورہ اعراف پارہ ۹ میں زیرِ آیت هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فرمایا کہ تمام روحیں رُوح محمدی سے پیدا ہوئیں۔ لہذا حضور ابوالارواح ہیں۔

۷۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کی نورانیت جیسی بھی تھی کہ صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات نے اسی نورانیت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ چنانچہ ترمذی شریف نے شمائل شریف میں ہند ابن ابی ہالہ سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ كَتَلَأْلُؤِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم عظمت والے وجاہت والے تھے آپ کا چہرۂ انور ایسا جگمگاتا تھا۔ جیسے چودھویں شب کا پورا چاند ✣

دارمی نے حضرت ربیع بنت معوذ ابن صفراء سے روایت کی :

قَالَتْ یَا بُنَیَّ لَوْ رَاَیْتَہٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَۃً	اے میرے بچے اگر تم ان محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو سورج طلوع ہوتا دیکھتے۔

اسی دارمی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم افلج الثنیتین اِذَا تکلّم رُئِیَ کالنور یخرج من بین ثنایاہُ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دندان مبارک کے درمیان کھڑکی تھی جب کلام فرماتے تو ان دانتوں سے روشنی نکلتی تھی۔

بعض روایت میں ہے کہ اس روشنی سے رات میں سوئی تلاش کر لی جاتی تھی شعر

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
رات کو صبح بناتا ہے اوجالا تیرا

ترمذی۔ احمد بیہقی۔ ابن حبّان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

کَاَنَّ الشَّمْسُ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ	گویا سورج آپ کے چہرے میں چمکتا تھا۔

مواہب لدنیہ جلد اوّل ص۲۵۱ میں نہایہ شریفیہ سے نقل کیا ہے۔

وَکَانَ الْجُدُرُ تُلَاحِكُ وَجْھَہٗ	آپکے چہرۂ انور میں دیوار منعکس نظر آتی تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد اوّل ص۱۱۸ میں فرمایا :

ونمی افتاد آں حضرت را سایہ بر زمین۔	حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم اطہر کی نورانیت صحابہ کبار کو محسوس ہوتی تھی۔ حضور کے چہرۂ انور کو اسی لئے وہ سورج چاند تارا سمجھاتے تھے اسی طرح جسم کا سایہ نہ ہونا۔ جسم اطہر سے ایسی خوشبو ظاہر ہونا کہ کوچے اور گلیاں مہک جاویں یہ بھی نورانیت ہی کے باعث ہے۔ معراج شریف میں جسم شریف کا آگ اور زمہریر کے کرّہ سے گزر جانا اور کچھ اثر نہ ہونا۔ آسمانوں کی سیر فرمانا۔ جہاں ہوا نہیں پھر زندہ رہنا یہ اسی وجہ سے ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور یہ نورانیت حسّی بھی ہے عقلی بھی۔ اسی طرح شرح صدر کے وقت سینہ مبارک سے دل نکال کر فرشتوں کا اسے دھونا

اور پھر حضور کا زندہ رہنا اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور ہیں ورنہ دل پر تھوڑا اثر موت کا سبب ہوتا ہے۔ اب بھی بعض اولیاء اللہ حضور علیہ السلام کے نور کو بچشم سر دیکھتے ہیں جس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

اگر ان قواعد کا لحاظ رکھا گیا تو بہت فائدہ ہوگا اور اصل مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی ہوگی آج کل مخالفین یہ کہہ کر لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ اللہ نور ہے اگر حضور بھی نور ہوں تو آپ بھی رب ہو گئے۔ کبھی کہتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ حضور اللہ کے نور سے ہیں تو کیا اللہ تعالے حضور میں سما گیا۔ یا اللہ کے نور کا ٹکڑا کٹ کر حضور کی ذات تیار ہوئی۔ کبھی کہتے ہیں کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور تم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا نور مانا۔ بیٹا ماننا اور نور ماننا ایک ہی ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ اگر حضور نور ہیں تو آپ کی ساری اولاد نور ہونی چاہیے۔ کوئی سید انسان نہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ قواعد خیال میں رہیں تو تمام سوالات خود بخود اُٹھ جائیں گے۔

(اس رسالہ کے دو باب کیے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا۔ دوسرے باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بے سایہ ہونا)

پہلا باب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے ثبوت میں۔ اس باب میں دو فصلیں ہیں: پہلی فصل میں مسئلہ نور کا ثبوت۔ دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات

پہلی فصل

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کا نور ہیں اور تمام مخلوق حضور کے نور سے ہے۔ اس پر قرآنی آیات۔ احادیث شریفہ۔ علماء دین کے اقوال خود دیوبندی وہابیوں کے اقوال گواہ ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (سورہ مائدہ پ ۶)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

۲۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ۔ (سورہ نور پارہ ۱۸)

رب کے نور یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا تارا ہے۔

پہلی آیت میں نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے بغیر روشنی کتاب نہیں پڑھی جاسکتی ایسے ہی حضور کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور وہ رب کا نور ہیں کہ کسی

کے بجھائے بجھ نہیں سکتے جیسے سورج چاند وغیرہ۔ نیز ان کے نور کی پیمائش یا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جیسے سمندر کا پانی یا ہوا۔

دوسری آیت میں بھی اللہ کے نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کی مثال نہیں ہو سکتی خود فرماتا ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ اور یہاں اسی نور کی مثال دی جا رہی ہے۔ تو اس سے مراد حضور انور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (سورۂ احزاب پارہ ۲۲)

اے نبی! بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا سورج۔

قرآن شریف نے سورج کو بھی دوسری جگہ سراج منیرا فرمایا ہے کیونکہ وہ چمکتا بھی ہے اور چمکاتا بھی ہے اور چاند تارے وغیرہ کو نور بھی بناتا ہے۔ کہ وہ سب سورج ہی سے جگمگاتے ہیں۔ اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی سراج منیر فرمایا۔ کہ حضور خود چمک رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام اولیاء اللہ کو نور بنا رہے ہیں کہ وہ سب حضور ہی سے جگمگا رہے ہیں۔

۴۔ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (سورہ صف پارہ ۲۸)

کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کفار ناپسند کریں۔

۵۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ (سورہ توبہ پارہ ۱۰)

کفار یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم) کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا۔

ان آخری آیتوں میں اللہ کے نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں کفار نے چاہا کہ حضور کو ختم کر دیں مگر رب تعالیٰ نے حضور کے ہر کام کو پورا فرمایا ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا کہ ان آیات میں اللہ کے نور سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب پاک کا نور ہے ٭

حضراتِ مفسّرین کے ارشادات

(۱) تفسیر جلالین شریف میں آیت نمبر۱ کے ماتحت فرمایا۔ یعنی قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔

ھُوَ نُوْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	نور سے مراد نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) تفسیر صاوی شریف میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

قولہ ھُوَ النَّبِیُّ۔ اَیْ سُمِّیَ نُوْرًا لِاَنَّہٗ یُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَ یَھْدِیْھَا الرَّشَادَ وَلِاَنَّہٗ اَصْلُ کُلِّ نُوْرٍ حِسِّیٍّ وَّمَعْنَوِیٍّ۔	رب نے اس آیتہ میں حضور کو نور اس لئے فرمایا کہ حضور بصارتوں کو نورانی کرتے ہیں اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور حضور ہر حسّی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔

(۳) تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ یَعْنِیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا سَمَّاہُ اللّٰہُ نُوْرًا لِاَنَّہٗ یُھْتَدٰی بِہٖ کَمَا یُھْتَدٰی فِی الظَّلَامِ بِالنُّوْرِ	یعنی اس آیت میں نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں رب نے انہیں نور اس لئے فرمایا کہ حضور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے کہ اندھیری میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔

(۴) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

وَقِیْلَ یُرِیْدُ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔	مفسّرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں نور سے مراد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۵) تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

اَوِ النُّوْرُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّہٗ یُھْتَدٰی بِہٖ کَمَا سُمِّیَ سِرَاجًا۔	نور سے مراد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لیے کہ حضور سے ہدایت ملتی ہے۔ جیسے کہ رب نے انہیں سورج فرمایا۔

(۶) تفسیر ابن عباس تنویر المقباس میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ رَسُوْلٌ يَعْنِيْ مُحَمَّدٌ۔	بے شک تمہارے پاس اللہ کا نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔

(۷) تفسیر روح البیان شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِالْاَوَّلِ هُوَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالثَّانِيْ الْقُرْآنُ۔	کہا گیا ہے کہ اول یعنی نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

(۸) اسی روح البیان میں آیت ۳ سراجاً منیرا کے تحت فرمایا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَاَرْسَلَهٗ اِلَى الْخَلْقِ۔	اللہ تعالیٰ نے حضور کو نور بنایا۔ اور خلق کی طرف بھیجا۔

(۹) تفسیر بیضاوی نے اسی آیت کے ماتحت فرمایا۔

وَيُقْتَبَسُ مِنْ نُوْرِهٖ اَنْوَارُ الْبَصَائِرِ۔	حضور کے نور سے بصیرت کے نور حاصل کیے جاتے ہیں۔

اسی کے قریب تفسیر خازن وغیرہ میں بھی ہے۔

(۱۰) تفسیر خازن نے آیت ۲ کے ماتحت مثل نورہ کی تفسیر میں فرمایا:

وَقِيْلَ قَدْ اَتٰى هٰذَا التَّمْثِيْلُ لِنُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ اَخْبِرْنِيْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ قَالَ كَعْبٌ هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْمِشْكٰوةُ صَدْرُهٗ وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهٗ	کہا گیا ہے کہ اس آیت میں حضور کے نور کی مثال دی گئی۔ عبداللہ ابن عباس نے کعب احبار سے اس آیت مثل نورہ الخ کے بارے میں پوچھا تو کعب احبار نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اپنے نبی کی دی ہے۔ پس طاق تو حضور کا سینہ ہے اور فانوس حضور کا دل مبارک اور اس میں

والمصباح فیه النبوة توقدہ من شجرة مبارکة هی شجرة النبوة یکاد نور محمد صلی اللہ علیه وسلم وامرہ یتبین للناس ولو لم یتکلم ۔	چراغ نبوت ہے اور شجرہ مبارکہ نبوت کا درخت ہے ۔ یعنی قریب ہے کہ نور محمدی چمک جاوے ۔ لوگوں پر ظاہر ہو جاوے ۔ اگرچہ حضور کلام بھی نہ کریں ۔

(۱۱) تفسیر رُوح البیان شریف میں لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ کی تفسیر میں ہے کہ ایک بار حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے ۔ عرض کیا کہ یہ تو مجھے خبر نہیں ۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک تارہ ستّر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اس کو میں نے بہتّر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا تو فرمایا کہ اے جبرئیل قسم رب کی وہ تارا ہم ہی ہیں ۔ اور رب نے حضور کا نور حضرت آدم کی پشت میں امانت رکھا ۔ تفسیر رُوح البیان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نور محمدی حضرت جبرئیل سے پہلے پیدا ہو چکا تھا ۔ جبکہ آسمان و زمین چاند و سورج کچھ نہ تھے ۔

احادیثِ شریفہ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے رب کا نور ہونے پر بے شمار احادیث وارد ہیں جن میں سے کچھ بطور اختصار پیش کی جاتی ہیں :

(۱) عبدالرزاق نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا پیدا فرمایا ۔ آپ نے فرمایا کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا ۔ پھر وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا ۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتے تھے ۔ نہ آسمان و زمین نہ چاند تھا نہ سورج نہ جن تھے نہ انسان ۔ پھر جب رب تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے

کئے۔ایک حصہ سے قلم دوسرے سے لوحِ محفوظ۔تیسرے سے عرش وغیرہ پیدا فرمایا۔یہ حدیث بہت دراز ہے یہ حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی اور بڑے ائمہ دین نے اس حدیث کی اسناد پر اعتماد کیا۔جیسے امام عسقلانی نے مواہب میں امام ابن حجر مکیؒ نے افضل القری میں اور علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں اور علامہ زرقانیؒ نے شرح مواہب میں اور علامہ شیخ عبدالحقؒ نے مدارج النبوۃ میں

(۲) احمد اور بیہقی اور حاکم نے صحیح اسناد سے حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔میں رب تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں جلوہ گر تھے۔ (مشکوٰۃ)

(۳) ترمذی شریف امام احمد۔حاکم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا کہ ایک بار صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی۔فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(۴) احکام ابن القطان نے حضرت امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد امام حسینؓ سے انہوں نے اپنے والد حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے روایت کی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھے۔

(۵) ابو سہیل قطان نے اپنی کتاب امالی میں سہل ابن صالح ہمدانی سے روایت کی کہ میں نے ابو جعفر محمد ابن علی (یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو آخر میں مبعوث ہوئے سب نبیوں پر مقدم ہونا کیسے ہوا تو امام محمد باقر نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو میثاق کے دن نکالا اور سب سے پہلے جواب میں بَلیٰ حضور نے فرمایا۔

(۶) حضرت عباس نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ مجھے کچھ نعت شریف پڑھنے کی اجازت دیجیئے۔سرکار نے فرمایا۔ہاں پڑھو تو انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس

جس میں دو شعر یہ بھی تھے ؎

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین اور کنارہ آسمان چمک گئے

فَنَحْنُ فِيْ ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّوْرِ سَبِيْلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

تو ہم اسی نور اور روشنی میں ہیں اور اس سے ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں

ان تمام روایات کو مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بہت وضاحت اور شرح سے نقل کیا ہے مواہب لدنیہ شریف میں بھی ان روایات کو نقل فرمایا ہے

(۷) مواہب لدنیہ شریف صفحہ ۵ جلد اوّل میں ہے کہ امام ابو سعید نیشاپوری نے کعب الاحبار سے روایت کی کہ جب نور محمدی عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ملا تو ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور نور محمدی ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب اس وقت ایسے مقبول الدعا تھے کہ مکہ والے ان کو سامنے رکھ کر بارش کی دعا کرتے تو فوراً بارش آتی تھی۔ اس نور کی وجہ سے ابرہہ کے ہاتھیوں نے عبدالمطلب کو سجدہ کیا۔

(۸) ابو نعیم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ شب ولادت آمنہ خاتون کا گھر حوران بہشتی سے بھر گیا۔ حضرت آسیہ اور بی بی مریم بھی حاضر ہوئیں اور آمنہ خاتون نے پیدائش پاک کے وقت ایسا نور محمدی دیکھا کہ مشرق و مغرب ان پر ظاہر ہو گئے پھر حضور پیدا ہوئے۔ اور پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا۔

(مواہب لدنیہ شریف صفحہ ۲۱)

بہر حال حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا بہت ہی احادیث سے ثابت ہے یہاں بطورِ نمونہ بہت تھوڑی پیش کی گئیں اور کچھ احادیث مقدمہ میں عرض کی جا چکی ہیں ؁

——— (؁) ———

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کے متعلق

علمائے اسلام کے ارشادات

ہمیشہ سے امت مسلمہ کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رب کا نور ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہ ہوا اکابر امت کے کچھ اقوال بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں :-

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار ہم احادیث کے سلسلہ میں عرض کر چکے ہیں جس میں انہوں نے حضور کو نور فرمایا اور وہ اشعار خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ شریف میں پڑھے ۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بجا اعتراض نہ فرمایا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کا قول ہم مقدمہ میں عرض کر چکے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں سورج جیسی چمک تھی۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی مقدمہ میں عرض کیا جا چکا کہ حضور کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

(۴) حضرت ہند ابن ابی ہالہ کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ حضور کا چہرۂ انور ایسا منور تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔

(۵) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ وہ فرماتی ہیں اگر تم انہیں دیکھتے تو ایسا معلوم کرتے کہ سورج نکل رہا ہے۔

(۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ جلد اول باب پنجم صفحہ ۱۱۸ میں فرماتے ہیں :

وچوں آں حضرت عین نور باشد نور راسایہ نمی باشد ۔	چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بالکل سراپا نور تھے تو نور کا سایہ نہیں ہوتا ۔

(۷) مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں :

وَاَمَّا نُوْرُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَھُوَ فِیْ غَایَۃٍ مِنَ الظُّھُوْرِ شَرْقًا وَغَرْبًا وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرَہٗ وَسَمَّاہُ فِیْ کِتَابِہٖ نُوْرًا۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور وہ مشرق ومغرب میں انتہائی طور پر چمک رہا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کتاب میں نور فرمایا۔

(۸) یہ ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری اسی موضوعات میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔

قَالَ تَعَالیٰ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَلیٰ مِثْلِ نُوْرِہٖ قَلْبُ مُحَمَّدٍ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس اللہ کے نور کی مثال یہ اللہ کا نور حضور کا دل ہے۔

(۹) امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں :

نَاِنَّکَ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا یُظْھِرُوْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ۔

یا حبیب اللہ آپ بزرگی کے سورج ہیں اور سارے نبی حضور کے تارے ہیں جو حضور کا ہی نور اندھیریوں میں لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔

(۱۰) امام جلال الدین رومی قدس سرہٗ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں :

عکس نورِ حق ہمہ نوری بود　　اللہ کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے۔
عکس دُور از حق ہمہ دوری بود　　جو خدا سے دُور ہوں انکا سایہ بھی دُور ہے
ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا　　جو ہم کھاتے ہیں اس سے پلیدی نکلتی ہے
آں خورد گردد ہمہ نورِ خدا　　جو حضور کھاتے ہیں وہ سب خدا کا نور بنتا ہے

(۱۱) امام احمد ابن محمد عسقلانی قدس سرہٗ مواہب لدنیہ شریف جلد اوّل ص۹ میں فرماتے ہیں :

قال تعالیٰ یا ادم ارفع راسك فرفع راسه فرأٰ نور محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم فِی سُرادق العرش فقال یا ربّ ماهذا النور قال هٰذا نور

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم اپنا سر اٹھا تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا عرض کی اے مولا یہ نور کیسا ہے فرمایا یہ نور ایک نبی کا ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام

نبی من ذرّیتك اسمه فِی السّماءِ اَحْمَدُ وفِی الارض مُحَمَّدٌ لَوْ لَاہُ ما خلقتك وَلَا خَلَقْتُ سَماءً ولا اَرْضًا

آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو نہ ہم تمہیں پیدا کرتے نہ آسمان و زمین کو ۔

(۱۲) یہ ہی امام احمد ابن محمد قسطلانیؒ اسی مواہب لدنیہ میں ص۹ پر فرماتے ہیں۔

ان الله تعالیٰ لمّا خلق نور نبیّنا مُحَمَّدٍ صلی الله علیه وسلم امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء فغشیھُمْ مِنْ نورہ فانطقھم الله به فقالوا یا ربّنا من غشینا نورہ فقال الله تعالیٰ ھذا نور محمدِ ابن عبد الله ان امنتم به جعلتکم انبیاء ۔

اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا تو اس نور کو حکم دیا کہ تمام انبیاء کے نوروں کو دیکھیں چنانچہ رب نے حضور کے نور سے تمام کے نور کو ڈھانپ لیا انہیں رب نے گویائی بخشی تو وہ تمام کہنے لگے۔ خدا کس کے نور نے ہم کو ڈھانپ لیا تو رب نے فرمایا کہ یہ محمد ابن عبداللہ کا نور ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم ان پر ایمان لے آؤ تو میں تم کو نبی بناؤں۔

(۱۳) علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ حدیث جابر کی شرح میں فرماتے ہیں:

من نورہ ای من نور ھو ذاته ۔

اللہ نے حضور کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے۔

(۱۴) امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں :

لمّا تعلقت ارادۃ الحق تعالیٰ بایجاد خلقه ابرز الحقیقة المحمدیة من انوار الصمدیة فی الحضرت

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو صمدی نوروں سے ذاتِ خاص نے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا۔ پھر اوس سے تمام

الاحدیۃ ثم سلخ منہا العوالم کلہا علوہا و سفلہا	عالم علوی و سفلی نکالے۔

(۱۵) مطالع المرات شرح دلائل الخیرات میں ہے۔

قد قال الاشعری انہ تعالیٰ نور لیس کالانوار و روح النبویۃ المقدسیۃ لمعۃ من نورہ والملائکۃ اشرار تلک الانوار وقال صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ وغیرہ مما فی معناہ	امام ابو الحسن اشعری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نور ہے مگر دوسرے نوروں کی طرح نہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روح شریف اس نور کی نابش ہے اور فرشتے ان نوروں کے پھول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ نے میرا نور بنایا۔ اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جن کا مضمون ایک ہی ہے۔

(۱۶) علامہ شاہ عبد الغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:-

قد خلق کل شیئ من نورہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح	ہر چیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنائی گئی۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا

خود علماء دیوبند کے اقوال

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب کے مضمون کو اس طرح شروع فرماتے ہیں:

پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں۔ اس فصل میں نور کی وہ تمام حدیثیں تحریر فرماتے ہیں جو ہم احادیث میں بیان کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

(ف) اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقت ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔

ان اشیاء کا نور محمدی سے ناخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ (انتہیٰ)

اس میں مولوی صاحب موصوف نے دو چیزیں تسلیم کیں۔ ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا۔ دوسرے حضور کے نور کا تمام مخلوق سے پہلے ہونا اور ہر چیز کا آپ کے نور سے نور بننا بھی مولوی صاحب مذکور نے اس کتاب میں اس جگہ تسلیم کیا ہے دیکھئے موجودہ دیوبندی وہابی اپنے ان پیشوا پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب ثلج الصدور میں فرماتے ہیں:

در شعاع بے نظیرم لا شوید	میری بمثال شعاع کے آگے فناہ وگم ہوجاؤ
ورنہ پیش نور من رسوا شوید	نہیں تو میرے نور کے آگے رسوا ہوجاؤ گے

یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب ثلج الصدور میں دوسری جگہ خود فرماتے ہیں۔ **شعر**

نبی خود نور اور قرآن ملا نور | نہ ہو پھر ملکے کیوں نور علی نور

شاہ عبدالرحیم صاحب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد اپنی کتاب انفاس رحیمیہ میں فرماتے ہیں۔

از عرش تا بفرش و ملائکہ علوی و جنس سفلی ہمہ ناشی ازاں حقیقتہ محمدیہ است وقول رسول مقبول اول ما خلق اللہ نوری وخلق اللہ ما خلق اللہ من نوری وقول لولاک لما خلقت الافلاک وقولہ لولاک لما اظہرت ربوبیتی۔	فرش سے عرش تک اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کی سب حقیقتہ محمدیہ سے پیدا ہیں۔ حضور کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔ اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

امام طائفہ دیوبندیہ وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت

میں فرماتے ہیں ص۱۶

کہ اے کسیکہ بے بصر است البتہ از نور افشانِ او بے خبر است ۔	ہاں جو اندھا ہے وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور افشاں سے بے خبر ہے

یہ ہی مولوی اسمعیل صاحب دہلوی اپنی اسی کتاب منصب امامت میں دوسری جگہ فرماتے ہیں :

اما نزول برکت پس بیانش آنکہ وجود انبیاء بمشابہ آفتاب عالم تاب است کہ چوں نور او در تمام عالم منتشر شود ۔ لابد ظلمت شب بدر رود ۔	لیکن برکت کا نازل ہونا تو اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت انبیاء کا وجود دنیا کو چمکانے والے سورج کی طرح ہے کہ جب اس کا نور دنیا میں پھیلتا ہے تو رات کی تاریکی دور ہو جاتی ہے ۔

مولوی حسین احمد صاحب اپنا اور اپنے تمام دیوبندی علماء کا عقیدہ اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں ص۵ پر یوں بیان فرماتے ہیں :

ہمارے حضرات اکابر کے اقوال و عقائد کو ملاحظہ فرمایئے یہ جملہ حضرات ذات حضور پُر نور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضاتِ الٰہیہ و سراپ رحمتِ غیر متناہیہ اعتقاد لیے بیٹھے ہوئے ہیں ۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ پہلے آفتاب سے نور چاند میں آیا ۔ اور چاند سے نور ہزار دل آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے غرضیکہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے یہ ہی معنی لولاک لما خلقت الافلاک اور اول ما خلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء کے ہیں ۔

(۲) دیوبندیوں کے پیشواء مطلق مولوی رشید احمد صاحب اپنی امداد السلوک کے ص۸۵ پر فرماتے ہیں ۔

از یں جا است کہ حق تعالیٰ درشانِ حبیبِ خود صلے اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ البتہ آمدہ نزدِ شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذاتِ پاک حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم است و نیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ترا شاہد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ تعالیٰ و سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند ۔

اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا۔ کہ تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتابِ مبین آئے۔ نور سے مراد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے ۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر و نذیر اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا ۔ منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی رشید احمد صاحب نے تین باتیں فرمائیں : ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کا نور ہیں ۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ میں نور سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ تیسرے یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم صرف نور ہی نہیں بلکہ منیر یعنی نور گر ہیں ۔ کہ اپنے متبعین غلاموں کو نور بنا دیتے ہیں۔ حضور سورج ہیں کہ رات میں چاند تاروں کو اور دن میں ذرّوں کو چمکا دیتے ہیں۔ اب کسی دیو بندی کو حق نہیں کہ ان تین چیزوں کا انکار کرے ۔ کیونکہ ان کے پیشوا ہادیِ مطلق بر حق نے یہ سب کچھ مان لیا۔

(۳) یہ ہی مولوی رشید احمد صاحب اپنی اسی کتاب امداد السلوک کے صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں :

وحضرات صلوٰۃ اللہ علیہ فرمودہ کہ حق تعالیٰ مرا از نور خود پیدا فرمود۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا

ومومنین از نورِ من پیدا فرمود | اور مسلمانوں کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔

(۴) یہ ہی مولوی رشید احمد صاحب اسی امداد السلوک کے اسی ص۸۶ پر کچھ آگے یوں فرماتے ہیں:

آں ذاتِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم ہم از جملہ اولاد آدم اند مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود را چناں مطہر فرمود کہ نور خالص گشتہ وحق تعالیٰ آنجناب را نور فرمود وبتواتر ثابت شد کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند۔ وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت آدمؑ کی اولاد سے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو اس طرح پاک فرما لیا کہ آپ خالص نور ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور فرمایا یہ حدیث تواتر سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی صاحب نے دو چیزیں مانیں ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ رب نے انہیں نور کہا۔ دُوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ یعنی ان کی نورانیت بعض وجوہ سے محسوس بھی تھی۔

حضور کے نور ہونے پر اور بہت سے دلائل قائم کئے جا سکتے ہیں۔ مگر میں اسی پر قناعت کرتا ہوں ماننے والے کو اتنے ہی کافی ہیں۔ ضدی کے لئے دفتر بھی کافی نہیں ٭

عقلی دلائل

عقل بھی چاہتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود رب تعالیٰ کا نور ہیں آپ کا ہر عضو شریف نور۔ آپ کا ہر حال شریف نور ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) نور وہ نور ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود تو ایسے ظاہر کہ انہیں بچہ بچہ۔ خشک وتر۔ شجر وحجر۔ آسمان کا ہر تارہ زمین کا ہر ذرہ

پہچانتا ہے انسان انہیں جانیں۔ جانور انہیں پہچانیں۔ کنکر ان کا کلمہ پڑھیں۔ پتھر ان کی گواہی دیں۔ غرضیکہ خود ایسے چمکے کہ کسی سے چھپ نہ سکے۔ اور دوسروں کو ایسا چمکایا کہ جس کو ان سے نسبت ہو گئی وہ چمک گیا۔ مدینہ منورہ کی گلیاں حضور سے چمکیں مکہ معظمہ کے کوچہ بازار۔ کعبہ معظمہ کے درودیوار نقش ونگار ان سے جگمگائے۔ انہیں کے صدقہ سے حلیمہ دائی کی عظمت کے دنیا گیت گا رہی ہے۔ انہیں کے طفیل سے حضور کی نسل کی بزرگی کے خطبے پڑھے جا رہے ہیں۔ بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے جن کو حضور نے ظاہر کیا وہ تو ظاہر ہو گئے۔ باقی تمام چھپ گئے۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ کی ذات صفات کو ہم نے حضور ہی سے پہچانا۔ ہماری عقلوں کی رسائی اس تک ناممکن تھی۔ غرضیکہ نور کے معنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں کامل طور پر موجود ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کامل نور ہیں۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں یقیناً قبول ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى رب آپ کو اتنا دیگا کہ آپ راضی ہو جائینگے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہ دعا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا خدایا مجھے نور کردے۔ بتاؤ یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں ضرور ہوئی تو لامحالہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نور ہوئے۔

(۳) انسان کا جسم خاکی ہے اور روح نوری۔ رب فرماتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (بنی اسرائیل پارہ ۱۵) فرما دو کہ روح رب کے امر سے ہے۔ یعنی عالم امر کی ایک مخلوق ہے۔ اور عالم امر نور ہے۔ مقبولوں کے روح کی نورانیت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ جسم نور بن جاتا ہے اس لئے بعض اولیاء اللہ کے جسم میں بعض وقت تلوار نے اثر نہ کیا۔ آر پار ہو گئی۔ بعض اولیاء نے کئی ماہ تک کھانا پانی استعمال نہ کیا۔ فتاویٰ حدیثیہ باب التصوف میں علامہ ابن حجر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے متعلق فرماتے ہیں:

حَتّٰى اَنَّهٗ مَكَثَ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَشْهُرٍ	آپ تین مہینہ تک ایک ہی وضو پر

عَلٰی وُضُوْءٍ وَّاحِدٍ۔ | رہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک جماعت کے سردار اور پیشوا ہیں۔ حضور کا نور رُوحانی جسمیت پر ایسا غالب ہے کہ جسمِ اطہر بھی نوری ہو چکا ہے۔

(۴) روایات سے ثابت ہے کہ حضور کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا جیسا کہ دوسرے باب میں انشاءاللہ آوے گا۔ اور کثیف چیز کا یقیناً سایہ ہوتا ہے پتہ لگا کہ حضور نور ہیں۔ کثافت حضور کے قریب بھی نہیں۔

(۵) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم معراج کی رات آگ کے کرّہ اور زمہریر سے گزرے اور پھر وہاں پہنچے جہاں مکاں بھی ختم ہو چکا تھا یعنی لامکان کے مکین ہوئے اور ظاہر ہے کہ جسم آگ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور مکان کا حاجتمند ہوتا ہے معلوم ہوا کہ اس رات نورانیت کی جلوہ گری تھی۔

(۶) کوئی انسان بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور معراج کی رات حضور انور جہاں تشریف لے گئے وہاں ہوا کا نشان نہ تھا۔ پھر وہاں زندہ رہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں۔

(۷) اگر انسان کے دل پر ذراسی ٹھیس لگ جانے تو موت واقع ہو جاتی ہے مگر فرشتوں نے حضور کے دل مبارک کو سینہ انور سے نکالا اسے چیر کر نور سے بھرا مگر زندگی شریف باقی رہی معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں اور آپ کی زندگی میں نورانیت ہے۔

(۸) وصال کے روزے حضور نے متواتر کئی کئی روز تک اس طرح رکھے کہ بیچ میں بالکل افطار نہ فرمایا۔ اس کے باوجود بھوک پیاس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اگر ان کی زندگی شریف ہماری طرح بالکل جسمانی ہوتی تو کھانے پینے سے ایسے بے نیاز نہ ہوتے۔ حضور کا نور اب بھی بعض اولیاء کرام دن رات ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں ؎

گرچہ صد مرحلہ دورم زبہ پیش نظرم
وَجْھُکَ فِیْ نَظَرِیْ کُلَّ غَدَاتٍ وَّعَشِیْ

بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک آن میں آپ کا نور نہ دیکھوں تو اپنے آپ کو

مرتد ہونے کا فتویٰ دے دیں اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے مگر آنکھ والوں سے سُن کر سورج اور اس کے نور کو مان لیتا ہے۔ ہم کو بھی چاہیئے کہ اگر حضور کا نور اپنی کمزوری سے ان آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں تو کان سے سُن کر مان لیں۔

(۹) حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات ہزاروں سال کا سفر ایک آن میں طے فرمایا۔ یہ جسم کثیف اتنا دُور دراز سفر اتنی تھوڑی مدت میں طے نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں اور جیسے کہ نور نظر یا ہمارا نور خیال آناً فاناً بڑی سے بڑی مسافت ایک آن میں طے کر لیتا ہے ایسے ہی حضور نے اتنا دراز فاصلہ ایک آن میں طے فرمایا۔

(۱۰) قرآن کریم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرماتا ہے:

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔	تمہاری مشقت ان پہ بھاری اور ناگوار ہے۔

معلوم ہوا کہ جیسے روح اپنی نورانیت کی وجہ سے جسم کے ہر عضو کے ہر درد سے خبردار ہے کہ پاؤں میں چوٹ لگے تو رُوح کو خبر۔ ہر دُکھے تو روح کو خبر۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں اور اپنے ہر اُمتی کے ہر حال سے باخبر ہیں۔

(۱۱) قانون قدرت ہے کہ کثرت کی ابتدا وحدت سے ہوتی ہے۔ اور کثرت کو فیض وحدت سے ملتا ہے۔ گویا وحدت کے لئے مبداء فیاض ہوتی ہے۔ دیکھو آسمان کے بے شمار تارے ایک سورج سے نور لیتے ہیں۔ درخت کے تمام پتے شاخیں۔ پھول پھل۔ ان سب کی ابتداء ایک جڑ سے ہے اور تمام کو فیض بھی اسی ایک جڑ سے ہے۔ تمام انسانوں کی جسمانی ابتداء ایک آدم علیہ السلام سے ہے بدن کے سارے اعضاء کو فیض ایک دل سے ہے غرضکہ ہر کثرت میں وحدت کا فیض ہے تو چاہیئے کہ عالم کثرت یعنی جو اللہ کے سوا ہے اس کی ابتداء بھی ایک سے ہی ہو اس کثرت میں بھی کوئی ایک فیض رساں ہو۔ اس مبداء فیاض ایک کا نام حقیقت محمدیہ اور نور

محمدی ہے ورنہ بتاؤ یہ کثرتیں کس وحدت کی شاخیں ہیں اور کون سی وحدت اس میں کارفرما ہے۔ بہرحال یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ حقیقت محمدیہ عالم کی اصل ہے اور سارا عالم اسی سے ہی فیض لیتا رہا ہے اور لیتا رہے گا۔

دوسری فصل

اس مسئلہ پر اعتراضات اور جوابات

اعتراض نمبر ۱

اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کا نور ہیں تو خدا کا نور ٹکڑے ہو گیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خدا کا جزبن گئے اور حضور میں خدائی آ گئی یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مشابہ ہے۔ کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام میں الوہیت حلول مان لی۔

جواب: ان سوالوں کا منشایہ ہے کہ معترض اسے سمجھا نہیں۔ اللہ کا نور ہونا۔ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بلا واسطہ رب سے فیض لینے والے ہیں اور تمام خلقت نے حضور کے واسطے سے فیض ربانی حاصل کیا جیسے آئینہ سورج کے سامنے ہو تو سورج کا عکس اس آئینہ کو چمکا دیتا ہے۔ پھر یہ آئینہ دوسرے حجاب والے آئینوں کے مقابل کر دو۔ تو وہ تمام اس آئینہ سے جگمگا جاتے ہیں تو پہلا آئینہ نہ سورج کا ٹکڑا ہے نہ عین سورج بلکہ بلا واسطہ اس سے تجلی حاصل کر رہا ہے اور دوسرے آئینے اس کے ذریعے سے۔ یہ نسبت ایسی ہے جیسے قرآن کریم نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ یعنی اللہ کی اونٹنی فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح منہ۔ اللہ کی روح فرمایا۔ یعنی بلا واسطہ والدین رب کے پیدا کئے ہوئے۔

اعتراض نمبر ۲:

حضور نور نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (کہف پ ۱۶)	فرما دو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

جب حضور بشر ہوئے تو نور نہ ہوئے بشریت اور نوریت جمع نہیں ہو سکتی۔

جواب: حضور صلے اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ یعنی نوری بشر ہیں۔ حقیقت حضور کی نور ہے۔ اور لباس بشری ہے رب تعالیٰ نے حضرت جبریل کے بارے میں فرمایا:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔

سورۂ مریم پارہ ۱۶

پس بھیجا اس کی طرف ہم نے رُوح وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ ہیں نور ہیں اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے۔ اس وقت اس بشری شکل کی وجہ سے نورانیت سے علیحدہ نہیں ہو گئے۔ صحابہ کرام نے حضرت جبریل کو بشری شکل میں دیکھا۔ سیاہ زلفیں۔ سفید لباس۔ آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ سب موجود ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ نور تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم۔ حضرت لوط۔ حضرت داؤد علیہم السلام کے خدمات میں فرشتے شکل بشری میں گئے۔ رب فرماتا ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔

کیا تم کو ابراہیمؑ کے مہمانوں کی خبر پہنچی جب وہ مہمان ان کے پاس گئے اور کہا سلام آپ نے فرمایا یہ سلام اجنبی قوم سے ہے۔

(۲) هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ۔

(سورہ ص پارہ ۲۳)

اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کیا ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

(۳) وَ لَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِہِمْ وَ ضَاقَ بِہِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ٥

(عنکبوت پارہ ۲۰)

اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا اُسے ناگوار ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ نہ ڈریئے اور نہ غم کیجئے۔ بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی عورت رہ جانے والوں میں ہے۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء کرام کی خدمت میں انسانی شکل بشری صورت میں حاضر ہوتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ نور بھی ہوتے تھے۔ غرضیکہ نورانیت و بشریت ضدیں نہیں ٭

اعتراض نمبر۳

اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو چاہیئے کہ کسی جگہ اندھیرا نہ ہوا کرے۔ ہر جگہ روشنی ہو۔ لہذا یا تو حضور نور نہیں یا ہر جگہ حاضر ناظر نہیں۔

جواب: اس سوال کے دو جواب ہیں ایک جواب الزامی دوسرا جواب تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نور ہے اور ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ مگر ہر جگہ روشنی نہیں ہوتی۔ فرماتا ہے:

(۱) اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورہ نور پارہ ۱۸)

اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا نور ہے۔

(۲) وَھُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ۔ (سورۃ واقعہ پ ۲۷)

اور وہ رب تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

(۳) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (واقعہ پ ۲۷)

ہم بمقابلہ تمہارے اس سے زیادہ قریب ہیں۔ مگر تم دیکھتے نہیں۔

(۴) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔	ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔
(۵) اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (سورۂ بقرپ ۲)	بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

نیز قرآن شریف نور ہے اور ہر گھر میں رہتا ہے۔ مگر روشنی نہیں ہوتی۔ فرشتے نور ہیں اور ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ مگر ان کی روشنی نہیں پڑتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(۶) وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (سورہ نساء پارہ ۶)	اور ہم نے تمہاری طرف ظاہر نور اتارا۔
(۷) قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ۔ (سورہ سجدہ پارہ ۲۱)	فرما دو۔ تم کو وہ موت کا فرشتہ وفات دے گا۔ جو تم پہ مقرر ہے۔

اب بتاؤ کہ یا تو رب تعالیٰ ہمارے ساتھ نہیں ہے یا وہ نور نہیں۔ اسی طرح یا تو فرشتے اور قرآن ہمارے پاس نہیں رہا یا وہ نور نہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ نور دو قسم کا ہے نور حسی اور نور معنوی۔ نورِ حسی کے لئے محسوس ہونا ضروری ہے مگر نور معنوی کے دیکھنے کو قوت قدسیہ والی آنکھیں چاہئیں۔ اگر اندھا آفتاب کو نہ دیکھے تو اُسے چاہیے کہ دیکھنے والوں سے سُن کر اُسے نور مان لے۔ اسی طرح قوتِ قدسیہ والے اولیاء اللہ نورِ محمدی کو دیکھتے ہیں۔ محسوس کرتے ہیں۔ ان سے سُن کر قرآن کو مان کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نور مان لے۔

اعتراض ۱۲

اگر حضور نور ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں۔ ان کے اولاد کیوں ہوتی ہے اور چاہئے کہ سارے سیّد نور ہوں کیونکہ انسان کا بچہ انسان۔ گھوڑے کا بچہ گھوڑا۔ شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے۔ تو چاہیئے کہ نور کی اولاد نور ہو (دہابی)

جواب: کسی آیت یا حدیث میں نہیں کہ نور کی اولاد نہیں ہوتی اگر ہے تو پیش کرو۔ فرشتوں کے اولاد نہ ہونا اس لئے ہے کہ فرشتہ ہے۔ فرشتوں کے اولاد نہیں ہم حضور کو نور مانتے ہیں۔ فرشتہ نہیں مانتے۔ تمہاری یہ بیہودہ گفتگو محض بے کار ہے۔ یہ تمام سوالات اس صورت میں ہو سکتے تھے۔ جب حضور کی بشریت کا انکار کیا جاتا۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی ہیں۔ اور یہ تمام عوارض انسانی بشریت کے ہیں۔ نورانیت کے نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہزار دل برس سے ہیں کھانے پینے سوتے اور اولاد وغیرہ سے پاک ہیں۔ کیونکہ وہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ جب دنیا میں آئیں گے۔ تو پھر کھانا پینا نکاح وغیرہ سب کچھ کریں گے۔ تب بشریت کی جلوہ گری ہوگی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں ہزاروں سال کا سفر طے کیا۔ اس وقت نورانیت کی جلوہ گری تھی۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب سرکار صوم وصال رکھتے تھے تو مسلسل روزے بغیر افطار کے رکھتے۔ اور مطلقاً بھوک کا احساس نہ ہوتا تھا لیکن دوسری حالت میں اگر کھانا ملاحظہ نہ فرماتے تو آثار بھوک نمودار ہو جاتے تھے۔ روزے کی حالت میں نورانیت کا ظہور ہے اور دوسرے وقت بشریت کی جلوہ گری۔

ہاروت وماروت فرشتے ہیں۔ نور ہیں۔ مگر جب انہیں بہ لباس بشری دنیا میں بھیجا گیا تو وہ کھانے پینے بھی تھے۔ بلکہ صحبت بھی کر سکتے تھے۔ اس ہی کھانے پینے اور صحبت کی قوت کی بنا پر ان پر عتاب والا واقعہ پیش آیا۔ ان کا یہ کھانا پینا اور قوت جماع اسی لباس بشری کے احکام تھے۔

حضرت ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بشری شکل میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپیڑے سے ان کی آنکھ جاتی رہی یہ آنکھ جانا بشریت کے احکام سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب سانپ بن جاتا تو کھاتا پیتا بھی تھا یہ اس کا کھانا پینا۔ اس کی اس شکل کے عوارض تھے۔ رب فرماتا ہے:

(۱) وَاَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنْ	اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی

عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۔ (اعراف پ ۹)	کہ اپنی لاٹھی ڈالو تو وہ نگل گئی اُسے جو وہ گڑھتے تھے۔
(۲) وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا (سورہ طٰہٰ پارہ ۱۶)	اپنے ہاتھوں کی چیز پھینکو ان کی مصنوع کو نگل جاوے گی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم بشریت میں آدم علیہ السلام کی فرع اور ان کی اولاد ہیں اور نورانیت میں آدم علیہ السّلام کی اصل ہیں۔ فورہیں توالد و تناسل نہیں ایمان نور ہے۔ مومن نورانی ہے۔ عالم نورانی ہے۔ نبوت نور ہے۔ نبی نورانی ہیں اس کے باوجود مومن کی اولاد کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ نبی کی اولاد کافر بھی ہوجاتی ہے۔ جنتی لوگ نورانی ہوں گے۔ حُوریں نور ہیں۔ مگر حدیث شریف سے ثابت ہے کہ بعض جنتی اولاد کی خواہش کریں گے اور انہیں اولاد ہو گی۔ فرماؤ۔ اگر نور کے اولاد نہیں ہو سکتی تو ان جنتی لوگوں کے اولاد کیسی ہو گی۔

اعتراض نمبر ۵

آیۃ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَكِتَابٌ مُبِيْنٌ واؤ عطف تفسیری کے لئے ہے اور نور سے قرآن شریف مراد ہے نہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جسے کتاب مبین بتا رہی ہے۔

جواب : محققین مفسرین کے نزدیک نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے امام جلال الدین سیوطی اور تفسیر خازن۔ مدارک تفسیر ابن عباس تفسیر صادی۔ وغیرہ۔ نیز اس آیت کی ابتدا میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف ہے کہ رب نے فرمایا:

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۵ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ	اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے جو تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت کو معاف فرماتے ہیں بیشک تمہارے پاس

(سورہ مائدہ پ ۶) | اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب

اس اوپر والی آیت نے بتایا کہ نور سے مراد وہ ہی رسول ہیں جن کا ذکر آچکا نیز واؤ کو عطف تفسیری ماننا گویا معنی مجازی مراد لینا ہے اور بلا ضرورت معنی مجازی نہیں لینا چاہیئے۔ کیونکہ عطف معطوف الیہ میں مغائرت چاہتا ہے۔ تو چاہیئے کہ نور اور ہو کتاب کچھ اور۔ نیز عطف تفسیری میں کتاب مبین تجدید ہے اور پہلی صورت میں کتاب مبین میں تاسیس اور تاسیس تجدید سے بہتر ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ دوسری عبارت کچھ نئی بات بتائے نہ یہ کہ پہلی بات کو دوبارہ کہہ دے نیز اس آیت کی تفسیر وہ آیت ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝

اس آیت نے صاف طور پر حضور کو نورانی سورج فرمایا۔ اور خود قرآن کی تفسیر دوسری تفسیر سے اعلیٰ ہے نیز اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے جسے مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بحوالہ عبد الرزاق حضرت جابرؓ سے نقل فرمایا۔ يَا جَابِرُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُورَ نَبِيِّكَ مِنْ نُّورِهٖ -

اور قرآن کی تفسیر جو خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں وہ اعلیٰ کتاب ہے۔ نیز کتاب کے لئے نور کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ پڑھی جاسکے جیسے عبارت قرآن کے لئے اس ظاہری نور کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی قرآنی معارف کے لئے نور روحانی کی حاجت ہے اور وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

اعتراض نمبر ۶

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن تذکرہ یعنی نصیحت یا اگلی پچھلی باتوں کو یاد دلانے والا ہے۔ قرآن نور ہے۔ قرآن ہدایت ہے۔ قرآن برہان ہے۔ قرآن شفا ہے۔ رحمت ہے۔ جب قرآن میں یہ ساری صفات موجود ہیں۔ تو اب دوسرے نور یا دوسری ہدایت کی ضرورت نہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ | وہ آیات نصیحت ہیں تو جو چاہے اپنے

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا (مزمل ۳۹)	رب کا راستہ اختیار کرے۔
(۲) وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔ (نساء پارہ ۶)	اور ہم نے تمہاری طرف نور کھلا ہوا اتارا۔
(۳) ذٰلِكَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (بقرپ ۱)	یہ کتاب ہے کہ اس میں شک نہیں پرہیز گاروں کی ہادی۔
(۴) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (بنی اسرائیل ۱۵)	ہم قرآن کی وہ آیتیں اتارتے ہیں جو شفا ہیں۔ اور مومنوں کے لئے رحمت۔
(۵) قَدْ جَآءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ (نساء پارہ ۶)	بے شک تمہارے پاس ہمارے رب کی طرف سے دلیل آچکی۔

اعتراض نمبر ۷

چونکہ یہ تمام خوبیاں قرآن سے حاصل ہو چکیں اور تحصیل حاصل ناممکن ہے لہذا نبی میں ان میں سے کوئی صفت نہیں مانی جا سکتی (دیوبندی و چکڑالوی)

جواب: جیسے قرآن آخری کتاب ہے اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کیلئے آئی ہے اس لئے اس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں کہ غافلوں کے لئے تذکرہ عاقلوں کے لئے نور۔ گمراہوں کے لئے ہدایت۔ جسمانی یا روحانی بیماریوں کے لئے شفا مومنوں کے لئے رحمت محققین کے لئے برہان ہے ایسے ہی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے۔ لہذا ان میں بھی تمام خوبیاں ہونی چاہئیں کہ ہر قسم کی مخلوق حضور سے فیض حاصل کر سکے۔ اس لیے رب تعالیٰ نے حضور کے وہ تمام صفات بیان فرمائے۔ جو قرآن کریم نے بیان فرمائے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مذکر یعنی نصیحت فرمانے والے یا اگلی پچھلی باتیں یاد دلانے والے بھی ہیں۔ حضور برہان یعنی دلیل بھی ہیں۔ حضور شفاء بھی ہیں حضور رحمت بھی ہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ (غاشیہ ۳۰)	تو نہیں یاد دلاؤ تم یاد دلانے والے ہو۔

(۲) اِنَّكَ تَهْدِیْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (شوریٰ پارہ ۲۵)	بے شک تم سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہو۔
(۳) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (النساء پارہ ۶)	اے لوگو! تمہارے رب کی دلیل آ گئی اور تمہاری طرف ہم نے روشن نور اتارا۔
(۴) وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء پارہ ۱۷)	اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر جہانوں کے لئے رحمت۔

غرضیکہ نہ قرآن کی صفات کی حد ہے نہ صاحب قرآن کی صفات کی انتہا۔ بلکہ کعبہ اجسام کا قبلہ ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم دل وایمان وجان کا قبلہ ہیں۔

اس میں تحصیل حاصل لازم نہیں کیونکہ ہم دنیا میں دو نوروں کے حاجتمند ہیں ایک آنکھ کا نور۔ دوسرے سورج یا چراغ کا نور۔ اگر آنکھ روشن ہو مگر چراغ وغیرہ کی روشنی نہ ہو تو بھی نظر نہیں آتا۔ اور اگر چراغ وغیرہ کی روشنی تو ہو مگر آنکھ میں نور نہ ہو تو بھی کچھ نہیں سوجھتا۔ اسی طرح قرآن گویا چراغ یا سورج ہے۔ اور صاحب قرآن صلے اللہ علیہ وسلم گویا نور نظر ہیں یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سورج وچاند ہیں تو قرآن کریم نور نگاہ۔ غرضیکہ ہم کو نور قرآن کی بھی ضرورت ہے اور نور نبوت کی بھی۔ نماز قرآن سے ملی۔ مگر نماز کی تعداد۔ رکعتوں کی مقدار۔ نماز کا طریقہ حضور سے حاصل ہوا۔ اسی طرح زکوٰۃ و حج وغیرہ قرآن نے دیا۔ مگر ان کی ادائیگی کا طریقہ حضور نے سکھایا۔ نہ اس میں تحصیل حاصل ہے نہ کوئی دوسری قباحت۔ بلکہ نورِ نبوت کی حاجت نورِ قرآنی سے پہلے ہے۔ اسی لئے کافر کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتے ہیں نہ کہ قرآن پڑھا کر۔ بچہ کے کان میں اذان کہتے ہیں قرآن نہیں پڑھاتے۔

اعتراض نمبر ۸

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا۔ اور آخر میں آتا ہے وَ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔ یعنی اے اللہ

میری آنکھ میں۔ کان میں۔ گوشت میں۔ ہڈی میں نور کر اور مجھے نور بنا دے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود پہلے ہی نور تھے تو اس دعا کی کیا وجہ تھی۔ نور تو وہ بنایا جاتا ہے جو پہلے سے نور نہ ہو۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ ہمیشہ دعا مانگتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے تو کیا آپ اس وقت گمراہ تھے۔ جب آپ پہلے ہی ہدایت پر ہیں پھر ہدایت کیوں مانگ رہے ہیں۔ رب فرماتا ہے:

(۱) هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ (سورہ بقر پارہ ۱)	یہ قرآن پرہیزگاروں کو ہدایت دینے والا ہے۔
(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا۔ (سورہ نساء پارہ ۵)	اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔

بتاؤ جو پہلے ہی پرہیزگار بن چکے۔ انہیں ہدایت دینے کے کیا معنی۔ اور جو پہلے ہی ایمان لا چکے۔ ان کے ایمان لانے کے کیا معنی۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا مانگنا کہ خداوندا میرے آنکھ۔ کان وغیرہ میں نور دے۔ اُمّت کو تعلیم دینے کے لئے ہے نورانیت پر قائم رہنے کا دعا ہے

اعتراض نمبر ۹

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نور کہنا حضور کی بے ادبی ہے بلکہ حضور کی عزت اسی میں ہے کہ آپ خاک سے ہوں۔ کیونکہ خاک نور سے افضل ہے اس لئے کہ فرشتے نور ہیں اور آدم علیہ السلام خاکی بشر اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا نہ کہ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو حضور کو نور ماننا گویا آپ کی توہین کرنا ہے۔ نور ساجد ہے اور خاک مسجود

جواب: اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر خدا تعالیٰ کو نور کہنا خدا کی اور قرآن کی بے ادبی ہوئی تعجب ہے کہ حضور کو نور کہنے میں تو آپ کو حضور کی بے ادبی معلوم ہوا اور خدا تعالیٰ کو

نورِ کہنے میں یہ ساری بے ادبی کافور ہو جائے۔ ماشاءاللہ دیوبندی وہابی بھی ادب والے بن گئے جنہوں نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی کھلی گستاخیاں کیں جو کھلا کافر بھی نہ کر سکے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ سجدۂ آدم علیہ السلام کے صرف خاکی جسم شریف کو نہ تھا۔ بلکہ اس نورانی روح کو تھا جو جسم شریف کو پھونکی گئی۔ رب فرماتا ہے:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔ (سورہ حجر پارہ ۱۴ ع ۱)

پھر جب میں ان کو درست کر دوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تب تم ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

معلوم ہوا کہ سجدہ روح آدم علیہ السلام کو ہے چونکہ جسم شریف اس روح کی تجلی گاہ بن چکا تھا اس لیے سجدہ اُسے بھی ہوا۔ اور آدم علیہ السلام کی روح نور مصطفوی کی ایک تجلّی تھی ورنہ آدم علیہ السلام کا جسم شریف نورِ روح پھونکنے سے چالیس سال پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ اگر صرف جسم ہوتا تو اب تک توقف نہ کیا جاتا۔ اس سے پہلے سجدہ ہو چکا ہوتا نیز ابلیس کو خاک پر خاک میں خاک کی طرف سجدہ کرنے میں کبھی عذر نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے خاک کے ہر ذرّہ پر سجدے کر چکا تھا۔ آج یہ ایک سجدہ بھی کر لیتا۔ اب جو سجدے سے انکار کر رہا ہے وہ درحقیقت اس نورانیت کا منکر ہے جو سجدہ کا باعث ہے۔ نیز اگر فقط خاک خاک ہی کو سجدہ کرانا تھا تو خاک کے ڈھیر۔ ٹیلے ہزار ہا موجود تھے۔ ان میں سے کسی کی طرف سجدہ کرا دیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ خاک مسجود نہ تھی بلکہ وہ نور مسجود تھا۔ جو آدم علیہ میں ودیعت تھا۔

زبانِ حال سے کہتے تھے آدم!
جسے سجدہ ہوا ہے میں نہیں ہوں

اعتراض نمبر ۱۰۔

اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں تو آپ اولادِ آدم کیسے ہوئے نور کسی کی اولاد نہیں ہوتا۔ حضور کو اسی لئے آدمی کہا جاتا ہے یعنی آدم والے۔

جواب: ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں اور نور بھی

یعنی نورانی بشر ہیں۔ظاہری جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے اولادِ آدم ہونا اس جسم بشری کی صفت ہے لیکن حقیقت کے لحاظ سے حضور سارے عالم کی اصل ہیں اور سارا عالم حضور سے ہے۔رب فرماتا ہے :

(۱) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ٥ (اعراف پارہ ۸)	فرمادو کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی میری وفات اس اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ساری اطاعت کرنے والوں میں پہلا ہوں
(۲) قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ (سورہ انبیاء پارہ ۱۷)	فرمادو کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا عابد میں ہوتا۔
(۳) وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ (بنی اسرائیل پارہ ۱۵)	نہیں ہے کوئی چیز مگر رب کی رحمت کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ہر ذرہ ہر حصہ آسمان کا ہر چپہ تسبیح خوان ہے۔اور رب کا عابد ہے دوسرے یہ کہ ان تمام سے پہلے حضور رب کے عابد تھے۔ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت کے عابد ہیں۔جب نہ فرشتے تھے نہ آسمان نہ زمین نہ عالم کی کوئی چیز۔کیونکہ اگر کوئی چیز حضور سے پہلے پیدا کی چکی ہوتی تو پہلی عابد وہ ہوتی نہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم۔

اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے۔اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اولیت کی حالت میں بشر تھے تو آدم علیہ السلام اول بشر اور ابوالبشر نہ ہوتے۔ لہذا ماننا پڑیگا کہ حضور اس اولیت میں یقیناً نور ہیں اور اس جسمانی حالت میں بشر ہیں۔یہ تمام رشتے اس جسم اقدس کے ہیں۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے ایک رسالہ التالیف قلب الالیف بکتابۃ فہرس التوالیف کے شروع میں فرماتے ہیں کہ

عالمِ ارواح میں سارے پیغمبروں نے حضور کی رُوح پر فتوح سے فیض لیا۔ اس سے علم حاصل کیا اور حضور سے سیکھ کر آدم علیہ السلام اسماء کے عالم ہوئے حضور اسی عالم میں نبیوں کے بھی نبی ہیں جس پیغمبر نے جو سیکھا ہے سب حضور کے شاگرد اور حضور ان تمام کے استادِ اول ہیں۔ حضور خود فرماتے ہیں کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ بلکہ تمام ملائکہ اور تمام عالم انوار والے جو کچھ جانتے ہیں۔ حضور کے بتانے سے جانتے ہیں۔ عبارت یہ ہے :

وصل اوّل بعد از نزول و انتقال ازاں عالم حضرت انبیاء حاضرانِ مجلس علم و شاگردان حوزہ۔ درس او ہر یکے کتابے از علم و بابے از دین خواندہ و تحصیل نمودہ بود۔ و ہر مسند افاضہ نشستہ کلمات اللہ بر خلق افادہ و افاضہ فرمود۔ مقدم الیشاں آدم صفی اللہ آمد کہ با وجود نسبت ابوت در درس آں خلعت صدق زانو ادب زدہ صحاح لغات و اسماء تعلیم نمودہ بود۔ بر مسند خلافت تکیہ زدہ ساکنان ملاءِ اعلیٰ را تعلیم و تلقین نمود۔ و حق استاذی بر الیشاں ثابت گردانید و مخدوم و مسجود الیشاں گشت

٭ ٭ ٭

اس دنیا سے اُتر کر سارے پیغمبر حضور کے مدرسہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے مکتب میں شاگرد بنے۔ ہر ایک نبی نے علم کی ایک کتاب اور دین کا ایک ایک باب حضور سے پڑھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر دنیا کو فیض دینے کی مسند پر جاگزیں ہوئے اور اللہ کے احکام کی مخلوق کو تعلیم دی ان پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے جو والد ہونے کے باوجود اپنے اس سچے فرزند کے مدرسہ میں باادب دو زانو بیٹھے تمام زبانیں اور چیزوں کے نام حضور سے سیکھے پھر خلافتِ الٰہیہ کے مسند پر جاگزیں ہوئے اور ملائکہ مقربین کو تعلیم و تربیت فرمانے لگے جس سے آدم علیہ السلام کا حق استادی سارے فرشتوں پر ثابت ہوا اور آخر کار ان کے مسجود ہوئے۔

اعتراض نمبر۱۱۔

اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم خدا کا نور ہیں تو آپ بھوک میں پیٹ پر پتھر کیوں باندھتے تھے۔ اور آپ کو بچھو کے زہر نے کیوں اثر کیا۔ آپ پر جادو کیوں چل گیا۔ بعض پیغمبروں کو کفار نے قتل کیسے کر دیا۔ جنگِ اُحد میں حضور کا دانت شریف کیوں شہید ہوا۔ کیا نور بھی بھوکا ہو سکتا ہے۔ کیا نور پر زہر اثر کر سکتا ہے ؟

جواب : یہ اور اس قسم کے صدہا اعتراضات جب پڑ سکتے تھے کہ ہم ان کی بشریت کا انکار کرتے ہم تو کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں۔ اور بشر بھی۔ کبھی بشریت کے صفات آپ پر ظاہر ہوتے ہیں کبھی نورانیت کے رب تعالیٰ نے آپ کو تمام صفات کا جامع بنا کر بھیجا۔ اگر عادۃً کھانا نہ ملاحظہ کریں تو شکم مبارک پر پتھر بھی باندھیں گے۔ اور بھوک کے آثار بھی نمودار ہونگے لیکن اگر بروزہ وصال میں روزہ کی نیت سے کھانا چھوڑیں۔ تو خواہ مہینوں نہ کھائیں کوئی اثر نہیں۔ وہاں بشریت کا ظہور تھا۔ اور یہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ یہاں بچھو کے زہر۔ تلوار اور آگ نے اثر دکھا دیا۔ مگر معراج کی رات دوزخ کی سیر فرمائی۔ وہاں آگ۔ سانپ۔ بچھو سب کچھ موجود۔ مگر کسی کا اثر نہ ہوا وہ بشریت تھی یہ نورانیت ہے۔ آج عیسٰی علیہ السلام صدہا سال سے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جہاں نہ ہوا ہے نہ کھانا نہ پینا۔ مگر زندہ ہیں یہ زندگی نورانیت کا ظہور ہے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ارفع اور اعلیٰ ہے ان کے غلام بعض اولیاء اللہ پر کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ مہینوں تک کھاتے پیتے نہیں۔ ان کے جسموں پر تلوار اثر نہیں کرتی۔ دجال کے ظاہر ہونے پر مومنوں کو اللہ کے ذکر میں بھوک پیاس سے امن ملے گا۔ ایک بزرگ جن کو ایک دفعہ دجال مار کر زندہ کرے گا۔ پھر جب دوبارہ قتل کرنا چاہے گا تو ان کے حلق پر چھری کام نہ کرے گی۔ یہ اس آفتابِ نبوت کے ذرے ہیں پھر آفتاب کا کیا

کہنا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فیصلہ فرمایا۔ فرماتے ہیں ؎

گہے با حفصہ و زینب بپرداختے — کبھی اپنی ازواج پاک کیساتھ مشغول ہوتے
دگاہے با جبریل و میکائل نہ ساختے — اور کبھی جبریل و میکائیل کی بھی آپ تک رسائی نہ ہوتی۔

اختلافات حالاتِ سرکار کی مختلف تجلیاں ہیں۔ کیا نہیں سنا کہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ نے اسمٰعیل علیہ السلام پر چھری نے اثر نہ کیا۔ یہ ان بزرگوں کی نورانیت کی جلوہ گری ہے۔

غرضیکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رب کا نور ہیں۔ آپ کی بشریت نورانی ہے بلکہ آپ کی نورانی بشریت حضرت جبریل کی نورانیت سے کہیں ارفع و اعلیٰ بلند و بالا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر

اعتراض نمبر ۱۲

اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نور ہوتے تو حضور کی ساری اولاد یعنی قیامت تک سیّد نور ہوتے۔ کیونکہ اولاد اپنے ماں باپ کی جنس سے ہوتی ہے انسان کا بچہ انسان شیر کا بچہ شیر۔ ایسے ہی چاہیئے کہ نور کی اولاد نور ہو۔ جب سارے سیّد نور نہیں۔ تو حضور بھی نور نہیں۔

جواب: اس کا جواب پہلے گزر گیا کہ حضور کے تمام یہ رشتے بشریت کے ہیں۔ نورانیت میں کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ حضور اس نورانیت میں نہ کسی کی اولاد ہیں نہ کسی کے والد نہ کسی کے قرابت دار نہ رشتے والے۔ عالم نورانیت تو بہت اعلیٰ ہے۔ کوئی رُوح کسی کی نسل یا اصل نہیں۔ اس لئے اولادِ رُوحانی اوصاف میں ماں باپ کے خلاف بھی ہو جاتی ہے۔ نبی زادہ کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ جاہل کی اولاد عالم ہو جاتی ہے غرضیکہ ولادت بشریت کی ہے نورانیت کی نہیں

اعتراض نمبر ۱۳

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت سے پہلے ایمان و قرآن کی خبر بھی نہ تھی اور وحی سے پہلے آپ کو اپنے نبی بننے کی اُمید بھی نہ تھی۔ پھر یہ کیسے درست ہے کہ آپ عالمِ ارواح میں نبی تھے اور سارے پیغمبر آپ سے فیض لیتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ يُّلْقٰى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (قصص پارہ ۲۰)	تم کو اُمید بھی نہ تھی کہ تم پر کتاب بھیجی جاوے گی مگر آپ کے رب کی رحمت سے۔
(۲) وَمَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ (شوریٰ پ ۲۵)	اور آپ جانتے نہ تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔

جب حضور کو ایمان کی بھی خبر نہ تھی تو پیدائش کے پہلے نبوّت کے کیا معنی۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دُوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر تو عیسیٰ علیہ السلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوئے کہ آپ نے ماں کی گود میں پیدائش سے چند گھنٹے کے بعد قوم سے فرمایا:

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا۔ (مریم پارہ ۱۶)	فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی حضور سے بڑھ جاویں گے۔ کیونکہ ان کے متعلق ربّ نے فرمایا:

وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ (مریم پ ۱۶)	ہم نے انہیں بچپن میں علم یا نبوّت بخشی۔

بلکہ لازم آئے گا کہ کفار بھی حضور سے علم میں بڑھ جاویں کیونکہ وہ حضور کے بچپن سے جانتے تھے۔ کہ حضور نبی ہیں۔ بحیرہ راہب نے حضور کے بچپن میں حضور کی نبوت کی گواہی دی۔ کیونکہ اس نے شجر و حجر کو کلمہ پڑھتے سُنا۔ قرآن کریم

فرماتا ہے:۔

یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَھُمْ (بقرہ پ۲)	یہ کفار حضور کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو۔

یعنی جیسے اولاد کو باپ اس کے بچپن بلکہ پیدائش کے وقت سے پہچانتا ہے ایسے ہی کفار حضور کی پیدائش کے وقت سے حضور کو پہچانتے ہیں۔ فرماتا ہے:

وَکَانُوْا یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ (بقرہ پ۱)	اہل کتاب حضور کی طفیل کفار پر جنگ میں فتح و نصرت کی دعائیں کرتے تھے۔

نیز بخاری شریف میں ہے کہ پہلے وحی کے وقت حضور غار حرا میں عبادت فرما رہے تھے۔ اور پہلے ہی سے اعتکاف شروع فرما دیئے تھے۔ اگر حضور کو ایمان کی خبر نہ تھی تو یہ عبادت کس کی کر رہے تھے اور کیسے کر رہے تھے؟

نیز معراج کی رات حضور نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز پڑھائی بتاؤ وہ کون سی نماز تھی کیونکہ ابھی تو نماز فرض ہی نہ ہوئی تھی۔

جواب تحقیقی چند ہیں۔ ایک یہ کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں بظاہر خطاب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے اور درحقیقت خطاب حضور کے دین والوں سے ہے۔ تفسیر مدارک اور تفسیر خازن میں آیت ۱۲ وَمَا کُنْتَ تَرْجُوْا الخ کے ماتحت ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْخِطَابُ فِی الظَّاھِرِ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُرَادُ بِہٖ اَھْلُ دِیْنِہٖ	حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ بظاہر یہ خطاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد حضور کی امت ہے۔

دوسرے یہ کہ اس آیت نمبر ایک میں مَا کُنْتَ تَرْجُوْا کی نفی اِلَّا رَحْمَۃً سے ٹوٹ گئی۔ اور معنی یہ ہوئے کہ آپ کو ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ امید بھی نہ تھی کہ بغیر رحمت الٰہی آپ پر وحی ہوگی اور ظاہر ہے کہ حضور کو نبوت محض رب کے فضل سے ملی نہ کسی نبی کی دعا سے ملی نہ کسی نبی کی وراثت سے حاصل ہوئی۔ جیسے حضرت ہارون

کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت حضرت زکریا علیہ السلام کی وراثت سے اور حضرت سلیمان کی نبوت حضرت داؤد کی میراث سے تھی۔

رب فرماتا ہے:

(۱) وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (سورۂ نمل پارہ ۱۹)	حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے۔
(۲) وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ (طٰہٰ پارہ ۱۶)	موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ مولیٰ میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے۔

مگر حضور کی نبوت میں کسی کی دعا یا وراثت کا واسطہ نہیں اور حضور پر کسی کا احسان نہیں۔ اس آیت ع۲ میں وَمَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ الخ میں درایت کی نفی ہے درایت کہتے ہیں عقل و اٹکل سے جاننے کو یعنی آپ نبوت کے ظہور سے پہلے ایمان اور کتاب محض اٹکل یا قیاس سے نہ جانتے تھے۔ کیونکہ اٹکل کا علم کبھی غلط بھی ہوتا ہے بلکہ الہام ربانی سے جانتے تھے۔ جس میں غلطی و خطا کا احتمال نہیں یا اس سے مراد کتاب و ایمان کے تفصیلی احکام ہیں یا ایمان سے مراد اہل ایمان ہیں۔ غرضکہ اس کے بہت سے جواب ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۴۔

شروع بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب غارِ حرا میں حضور پر پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ آئی تو حضور حضرت جبریل کو پہچان نہ سکے۔ ورقہ ابن نوفل کے بتانے سے پہچانا۔ کہ یہ جبریل ہیں۔ پھر یہ کیسے درست ہوا کہ حضور اپنی نبوت پہلے ہی سے جانتے تھے۔

جواب: یہ غلط ہے بخاری شریف کی اس روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی یہ ہوں کہ حضور نے حضرت جبریل کو نہ پہچانا۔ اگر حضور حضرت جبریل کو نہ پہچانتے تو یہ آیت اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ قطعی نہ رہتی۔ کیونکہ آیت قطعی نہ

رہتی کیونکہ آیت قطعی جب ہوگی جب اس کے کلام الٰہی ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہ رہے اور اگر حضور کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ یہ شخص فرشتہ ہے یا کوئی اور تو یہ پتہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ رب کا کلام ہے۔ اور جب حضور ہی کو اس آیت کے کلام الٰہی ہونے میں شک ہوا تو ہم کو اس کا یقین کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمارا یقین تو حضور کے یقین پر قائم ہے۔ اسی لئے اس وقت حضور انور نے حضرت جبرئیل سے یہ نہ پوچھا کہ تم کون ہو اور مجھے کیا پڑھانا چاہتے۔ ہو معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم انہیں جانتے پہچانتے تھے۔ کیوں نہ پہچانتے کہ حضرت جبرئیل اور سارا عالم حضور ہی کے نور سے بنا۔ اور حضور کا نوران سب سے پہلے پیدا ہوا۔ رہا ورقہ ابن نوفل کے پاس تشریف لے جانا اور ورقہ کا یہ عرض کرنا دوسروں کی تسکین کے لئے تھا کہ سننے والے ورقہ کی یہ گفتگو سن کر حضور کی نبوت پر زیادہ مطمئن ہو جاویں۔ کیونکہ ورقہ توریت کے بڑے عالم تھے۔ مکہ والے ان کے علم وغیرہ کے قائل تھے۔ اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ غرضیکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ ورقہ ابن نوفل کے پاس جانا اپنے علم کے لئے نہیں بلکہ ان سے تصدیق کرانے کے لئے تھا۔ تاکہ حضرت خدیجہ کو حضور کی نبوت کا عین الیقین حاصل ہو جائے اور دوسروں کو علم الیقین۔ جیسے حضور کا پتھروں سے کلمہ پڑھانا۔ درختوں سے گواہی دلوانا۔ اپنے علم کے لیے نہیں۔ دوسروں کے بتانے کے لیے ہے۔

اعتراض نمبر ۱۵۔

نور سے بشر افضل ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام کو جو بشر تھے۔ نوری فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور معراج میں حضور بشر ہو کر عرش سے بھی وراء پہنچے۔ جہاں وہاں کہاں سب ختم ہو گیا۔ اور نوری جبرئیل سدرہ پر رہ گئے۔ لہٰذا حضور کو نور کہنا حضور کی شان گھٹانا ہے۔

جواب :

اولاً تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ بشر نور سے مطلقاً افضل ہے۔

ورنہ پھر چاہیئے۔ کہ تم بلکہ ابوجہل وغیرہ بھی فرشتوں سے افضل ہوں دُوسرے یہ کہ اعتراض تب درست تھا۔ جب ہم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی۔ محض بشر اور محض نور سے وہ افضل ہے جو نور بھی ہو اور بشر بھی۔

خیال رہے کہ کافر انسان کُتے بلے سے بدتر ہے۔ رب فرماتا ہے:-

اُولٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّه

○

دُوسرا باب

تن بے سایہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اور صدہا معجزے بخشے۔ وہاں یہ معجزہ بھی عطا فرمایا کہ حضور کے جسم شریف کو بے سایہ بنایا۔ دھوپ چاندنی چراغ وغیرہ کی روشنی میں آپ کے جسم اطہر کا بالکل سایہ نہ پڑتا تھا بلکہ جو لباس حضور پہنتے ہوتے تھے وہ لباس بھی بے سایہ ہو جاتا تھا۔ اس پر آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ اقوال فقہا بلکہ خود فرقہ دیوبندیہ دہابیہ کے اقوال گواہ دشاہد ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

حضور کے بے سایہ ہونے کا قرآنی آیات سے ثبوت

(۱) قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔

اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (محمد مصطفیٰ) اور روشن کتاب تشریف لائے

(۲) يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

اے نبی ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری سناتا ڈراتا، اللہ کی طرف اسی کے حکم پر بلاتا ہوا اور چمکانے والا سورج

(۳) مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ۔

اللہ کے نور (محمد مصطفیٰ) کی مثال ایسی ہے جیسے طاق جس میں چراغ چمنی میں ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں حضور کو نور فرمایا۔ دوسری آیت میں سورج کہا۔ تیسری آیت میں حضور کی ذات کو نور اور سینۂ پاک کو چراغ کی چمنی۔ اور ظاہر ہے کہ نہ تو نور کا سایہ ہوتا ہے نہ سورج کا اور نہ صاف چمنی کا۔ ان آیات سے حضور کا بے سایہ ہونا ثابت۔ تفسیر مدارک شریف پارہ اٹھارہ سورہ نور میں زیر آیت لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ایک

واقعہ نمبر (۲) کہ لوگوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کو تہمت لگائی۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام سے اس کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت ذوالنورین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ عالیہ میں یوں عرض کیا:

وَقَالَ عثمان اِنَّ اللّٰہَ مَا وَقَعَ ظِلُّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَقَعَ اِنْسَانٌ قَدَمَہٗ عَلٰی ذَالِکَ الظِّلِّ فَلَمَّا لَمْ یُمَکِّنْ اَحَدًا مِنْ وَضْعِ الْقَدَمِ عَلٰی ظِلِّکَ کَیْفَ یُمَکِّنُ اَحَدًا مِنْ تَلْوِیْثِ عِرْضِ زَوْجَتِکَ

جناب عثمان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ رب نے آپ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس سایہ پر قدم نہ رکھ سکے تو جب رب تعالیٰ نے کسی کو آپ کے سایہ پر قدم رکھنے کا موقع نہ دیا تو کسی کو یہ قدرت کیسے دے گا کہ آپ کی زوجہ پاک کی عصمت پر داغ لگائے۔

اور حضرت خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا:

اِنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا قَاطِعٌ بِکِذْبِ الْمُنَافِقِیْنَ لِاَنَّ اللّٰہَ عَصَمَکَ مِنْ وُقُوْعِ الذُّبَابِ عَلٰی جِلْدِکَ لِاَنَّہٗ یَقَعُ عَلَی النَّجَاسَاتِ فَیَتَلَطَّخُ بِہَا فَلَمَّا عَصَمَکَ مِنْ ذَالِکَ الْقَدْرِ مِنَ الْقَذَرِ فَکَیْفَ لَا یَعْصِمُکَ مِنْ صُحْبَۃِ مَنْ تَکُوْنُ مُتَلَطِّخَۃً بِمِثْلِ ہٰذِہِ الْفَاحِشَۃِ۔

عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم کو منافقوں کے جھوٹے ہونے کا یقین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم پاک کو مکھی بیٹھنے سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ مکھی گندگیوں پر پڑتی ہے جس میں وہ لتھڑ جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر گندگی سے بچایا ہے۔ تو اس بیوی کی صحبت سے کیوں نہ بچائے گا۔ جو ایسی برائی میں لتھڑے۔

حضرت عثمان کے بیان سے معلوم ہوا کہ حضور انور کا جسم اطہر بے سایہ ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے جسم پاک پر کبھی بھی عام مکھی نہ بیٹھی۔ جسم انور کا بے سایہ ہونا بھی معجزہ ہے۔ اور جسم اطہر پر مکھی نہ بیٹھنا بھی معجزہ ہے۔

حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عَنْ ذَكْوَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُرَى لَهٗ ظِلٌّ فِىْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ۔

روایت ہے حضرت ذکوان سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا تھا نہ چاندنی میں۔

سیدنا عبداللہ ابن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔

(۲) قَالَ لَمْ يَكُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ظِلٌّ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ شَمْسٍ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهٗ ضَوْءَهَا وَلَا مَعَ السِّرَاجِ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهٗ

یعنی فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوتے آپ آفتاب کے سامنے مگر آپ کا نور آفتاب کے نور پر غالب آجاتا۔ اور نہ کھڑے ہوتے آپ چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کے نور کو دبا لیتا۔

بیہقی شریف نے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے روایت کی۔

قَالَ حَجَجْتُ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَدَخَلْتُ دَارًا بِمَكَّةَ فَرَاَيْتُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهُهٗ كَدَائِرَةِ الْقَمَرِ۔

فرمایا کہ میں حج وداع میں شریک ہوا تو میں مکہ معظمہ میں ایک گھر میں گیا۔ میں نے اس میں رسول اللہ کو دیکھا آپ کا چہرہ انور چاند کی ٹکی کی طرح تھا۔ انتہا

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ شریف میں حدیث ذکوان جو ابھی ذکر کی گئی۔ اسی کے متعلق ایک باب باندھا۔ اسی باب میں فرمایا :

قال ابن سبع من خصائصه صلی اللہ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نوراً فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا ینظر لہ ظل۔	ابن سبع نے فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔

کتاب منتطاب الفوزج اللبیب فی خصائص الحبیب باب دوم فصل چہارم میں فرماتے ہیں۔

(۸) لم یقع ظلہ علی الارض ولا رؤی لہ ظل فی شمس ولا قمر۔	حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا نہ چاندنی میں۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں :

(۹) وما ذکر من انہ لا ظل لشخصہ فی شمس و لا قمر لانہ کان نوراً۔	یہ جو ذکر کیا گیا کہ حضور کے جسم انور کا سایہ نہیں دھوپ میں چاندنی میں یہ اس لئے ہے حضور نور ہیں۔

حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔

(۱۰) ومن دلائل نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ذکر من انہ لا ظل لشخصہ ای جسدہ الشریف اللطیف اذا کان فی شمس او قمر	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیلوں میں سے وہ ہے جو ذکر کیا گیا۔ کہ حضور کے جسم لطیف کا سایہ نہ تھا۔ جب کہ آپ دھوپ یا چاندنی میں ہوتے کیونکہ حضور نور ہیں۔

لِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ علیہِ وَسَلَّمَ کَانَ نُوْرًا وَالْاَنْوَارُ شَفَّافَۃٌ لَطِیْفَۃٌ لَا تُحْجِبُ غَیْرَھَا وَ اِلَّا الْاَنْوَارُ لَا ظِلَّ بِھَا کَمَا تَشَاھَدَ فِیْ اَنْوَارِ الْحَقِیْقَۃِ وَھٰذَا رَوَاہُ صَاحِبُ الْوَفَاءِ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَ لَمْ یَقُمْ مَعَ شَمْسٍ اِلَّا غَلَبَ ضَوْئُہٗ ضَوْءَھَا وَلَا مَعَ السِّرَاجِ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَہٗ وَ قَدْ تَقَدَّمَ ھٰذَا وَالْکَلَامُ فِیْہِ وَ قَدْ نُطِقَ الْقُرْاٰنُ بِاَنَّہٗ النُّوْرُ الْمُبِیْنُ وَکَوْنُہٗ بَشَرًا لَا یُنَافِیْہِ کَمَا تَوَھَّمَ فَاِنْ فَھِمْتَ فَھُوَ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ فَاِنَّ النُّوْرَ ھُوَ الظَّاھِرُ بِنَفْسِہٖ الْمُظْھِرُ بَعْدَہٗ وَتَفْصِیْلُہٗ فِی الْمِشْکٰوۃِ الْاَنْوَارِ۔ (ملخصاً)

اور انوار شفاف و لطیف ہیں۔کسی کے لئے آڑ نہیں بنتے۔نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔جیسا کہ حقیقی نوروں میں دیکھا جاتا ہے۔کتاب الوفا والے نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔فرماتے ہیں۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اور نہ کھڑے ہوتے تھے۔آپ سورج یا چراغ کے سامنے مگر آپ کی چمک ان کی چمکوں پر غالب آتی تھی۔ یہ گفتگو اور اس میں کلام گزر چکا۔ قرآن کریم فرما رہا ہے۔کہ حضور کھلا ہوا نور ہیں۔ اور آپ کا بشر ہونا اس کے خلاف نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا ہے۔ تو اگر تم سمجھو تو حضور نور علیٰ نور ہیں۔کیونکہ نور وہ ہوتا ہے۔ جو خود ظاہر ہو۔دوسرے کو ظاہر کرے اس کی تفصیل مشکوٰۃ الانوار میں ہے۔ (ملخصاً)

حضرت مولوی جلال الدین رومی قدس سرہٗ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

چوں فنا شی از فقر پیرایہ بود
او محمد وار بے سایہ بود

جو فقیر حضور کی ذات میں فنا ہو وہ محمد کی طرح بے سایہ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالعلی بحرالعلوم شرح مثنوی میں اسی شعر کی شرح میں فرماتے ہیں ۔

مصرع ثانی بمعجزہ آں سرور صلے اللہ علیہ وسلم کہ آں سرور صلے اللہ علیہ وسلم راسایہ نمی افتاد ۔	دوسرے مصرع میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ نہ پڑتا تھا ۔

امام احمد بن محمد خطیب ۔ قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں ۔

لَمْ یَکُنْ لَہٗ صلی اللہ علیہ وسلم ظِلٌّ فِی شمس وَلَا فِی قَمَرٍ رواہ الترمذی عَنْ ذَکْوَانَ ۔	حضور کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں جیساکہ ترمذی شریف نے حضرت ذکوان سے روایت کیا ۔

علامہ حسین ابن محمد دیار بکری اپنی کتاب الخمسین فی احوال انفس النفیس میں فرماتے ہیں

لَمْ یَقَعْ ظِلُّہٗ عَلَی الْاَرْضِ وَلَا رُءِیَ لَہٗ ظِلٌّ فِی شَمْسٍ وَ لَا فِی قَمَرٍ ۔	حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور آپ کا سایہ دیکھا نہ گیا ۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں ۔

(۱۴) کتاب نورالابصار فی مناقب آل النبی الاطہار میں فرماتے ہیں ۔

لَمْ یَقَعْ ظِلُّہٗ عَلَی الْاَرْضِ وَ لَا رُءِیَ لَہٗ ظِلٌّ فِی شَمْسٍ وَ لَا فِی قَمَرٍ ۔	حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور نہ آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا ۔ نہ چاندنی میں ۔

کتاب افضل القریٰ میں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں ۔

(۱۵) وَمِمَّا یُؤَیِّدُ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَارَ نُوْرًا اِذْ کَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ لَا یُظْھَرُ لَہٗ ظِلٌّ لِاَنَّہٗ لَا یَظْھَرُ لَہٗ ظِلٌّ لِاَنَّہٗ لَا یَظْھَرُ اِلَّا بِکَثِیْفٍ وَھُوَ	حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور ہو جانے کی تائید کرنے والے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا ۔ کیونکہ سایہ صرف کثیف چیز کا ہوتا ہے ۔ اللہ تعالے نے حضور کو ساری

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ خَلَصَہُ اللّٰہُ مِنْ سَائِرِ الْکَثَافَاتِ الْجِسْمَانِیَّۃِ وَصَیَّرَہٗ نُوْرًا صِرْفًا لَا یَظْھَرُ لَہٗ ظِلٌّ اَصْلاً۔	جسمانی کثافتوں سے صاف فرمادیا آپ کو خالص نور بنا دیا۔ لہٰذا آپ کا سایہ بالکل ظاھر نہ ہوتا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں :۔

(۱۶) و نبود مر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم را سایہ در آفتاب نہ در قمر۔	حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔
رواہُ الحکیمُ الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول	اسے حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے نوادر الاصول میں روایت کیا۔

(۱۷) حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہٗ مکتوبات شریف جلد تیسری مکتوبات نمبر ۱۰۰ میں فرماتے ہیں۔

اورا صلے اللہ علیہ وسلم سایہ نبود۔ در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف تر ازوے صلی اللہ علیہ وسلم در عالم نباشد۔ اورا سایہ چہ صورت دارد۔	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا عالم شہادت میں ہر جسم کا سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے لطیف دنیا میں کوئی چیز نہیں تو آپ کے سایہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

(۱۸) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ تفسیر عزیزی پارہ تیسواں' سورہ والضحیٰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

سایہ ایشاں بر زمین نمی افتاد	حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

(۱۹) مجمع البحار میں نبی کی رمز میں بحوالہ شرح شفا فرمایا :

مِنْ اَسْمَائِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ناموں

وَسَلَّمَ اَلنُّوْرُ قِیْلَ مِنْ خَصَائِصِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ اِذَا اَمْشٰی فِی الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا یَظْہَرُ لَہٗ ظِلٌّ۔	ہیں سے نام شریف نور بھی ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضور کی خصوصیات سے یہ ہے کہ آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا

(۲۰) علامہ سبحان حملی فتوحاتِ احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں۔

لَمْ یَکُنْ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ مَا یُظْہِرُ فِی الشَّمْسِ وَلَا قَمَرِ۔	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا جو دھوپ یا چاندنی میں ظاہر ہوتا۔

(۲۱) جواہر البحار شریف میں علامہ یوسف منہانی فرماتے ہیں جلد اوّل ص۴۵۳

وَکَانَ اِذَا اَمْشٰی فِیْ قَمَرٍ اَوْ شَمْسٍ لَا یَظْہَرُ لَہٗ ظِلٌّ۔	حضور جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا احادیث اور ارشاداتِ علماء سے بخوبی ثابت ہوا کہ حضور انور صلّے اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ قطعاً نہ تھا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نہ چراغ کی روشنی میں ؛

وہابی دیوبندی تائید

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور کا سایہ نہ ہونا علماء دیوبند وعلماء غیر مقلد بھی مانتے ہیں اس پر پُرزور دلائل پیش کرتے ہیں نہ معلوم موجودہ دیوبندیوں پر کیا مار ہے کہ اپنے بڑوں کی بھی نہیں مانتے۔ اور اس مسئلہ کا انکار ہی کئے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ سمجھ دے ہٹ دھرمی کے بجائے حق قبول کرنے کی توفیق دے اب آپ دیوبندی علماء کے اقوال ملاحظہ فرماویں۔ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنی کتاب امداد السلوک میں ص۸۶ پر فرماتے ہیں :۔

بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت صلی اللہ	یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضور صلے

علیہ وسلم سایہ نداشتند۔ وظاہراست کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔	اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

دوستو! یہ ہے عقیدہ ان مولوی رشید احمد صاحب کا جو تمام دیوبندیوں کے بڑے عالم پیر یا کہ قطب وقت ہیں اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔

غیر مقلد (اہل حدیث) کے مایہ ناز عالم حافظ محمد صاحب لکھوی اپنی تفسیر محمدی ساتویں منزل ص۴۲۹ پر لکھتے ہیں۔

جاں گرمی سخت ہوندی ناں سر تے بدل سایہ کردا

نے اوپر زمین نہ پوندا سایہ حضرت پیغمبر دا

یہ ہے عقیدہ اہل حدیث حضرات کے بڑے بھاری عالم حافظ محمد صاحب لکھوی کا کہ حضور کا جسم انور بے سایہ ہے۔

عقلی دلیل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور کا سایہ نہ ہو۔ کیونکہ عالم اجسام میں بعض محسوس اجسام ایسے ہیں جن کا سایہ نہیں ہوتا یعنی وہ ہیں تو جسم مگر سایہ ندارد یا اس لئے کہ ان جسموں پہ نور کی پالش قدرت نے کر دی ہے یا اس لیے کہ وہ شفاف ہیں۔ دیکھو چاند سورج تارے جسم بھی ہیں محسوس بھی ہیں مگر ان کا سایہ نہیں کیونکہ صرف اس لئے کہ ان پر نور کی پالش ہے چاند تارے بذات خود کالے ہیں۔ سورج کی شعاعوں سے منور ہو گئے ہیں اس عارضی نورانیت کی وجہ سے ان کا سایہ نہیں بہت صاف وشفاف شیشہ کا سایہ نہیں پڑتا جب کہ بارہا مشاہدہ کیا گیا ہے شیشہ نور نہیں صرف شفاف ہونے نے اس کو بے سایہ بنا دیا۔ بعض حالات میں کثیف جسم کا سایہ نہیں ہوتا جب ہر چہار طرف سے اس پر روشنی ڈالی جاوے یا کوئی شخص بجلی کے نیچے کھڑا ہو جاوے تو سایہ نہ ہو گا۔ کیونکہ اسے نور نے گھیر لیا۔ گرمیوں میں جب دوپہر کے وقت سورج بالکل سر پہ ہوتا ہے تو جسم انسانی بلکہ کسی جسم کا سایہ نہیں پڑتا کیونکہ سورج کا نور جسم کے ہر حصہ پر پڑتا ہے۔ اگر بجلی کا تیز بلب خود بھی روشن ہو اور اس کے اوپر دوسرے

نیز بلب سے روشنی ڈالی جاوے تو یہ نور علیٰ نور ہو جاوے گا وہاں سایہ کے پڑنے کا سوال ہی نہ رہے گا۔ جب ان ظاہری اجسام کا عارضی انوار کی وجہ سے سایہ نہیں رہتا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں رب تعالیٰ نے مجسم نور فرمایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دعا کی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا خدایا مجھے نور بنادے اور رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں انہیں نور علیٰ نور فرمایا کہ دیکھو سورہ نور شریف اگر اس جسم پاک کا سایہ نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔ مذکورہ تمام اجسام کو بے سایہ مان لیا جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے سایہ ہونے کا کیوں انکار ہے ❖

دوسری فصل۔ اعتراضات جوابات

تن بے سایہ کے مسئلہ پر مخالفین کے پاس کوئی قوی اعتراضات نہیں صرف دو تین شبہات ہیں جو ہر جگہ مختلف پیرایوں میں بیان کرتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے اعتراضات مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے :۔

اعتراض نمبر ۱

مسند امام احمد بن حنبل میں بروایت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا ہے :۔

قَالَتْ بَیْنَمَا اَنَا یَوْمًا بِنِصْفِ النَّھَارِ وَاِذَا اَنَا بِظِلِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مقبل)	فرماتی ہیں کہ ایک دن ٹھیک دوپہری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں حضور کے سایہ میں تھی۔

دیکھو حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ میں حضور کے سایہ میں تھی اگر حضور کا سایہ نہ تھا تو آپ سایہ میں کس طرح ہو گئی تھیں۔ لفظ ظل پر غور کرو۔ ظل سایہ کو کہتے ہیں۔

نوٹ : کسی دیوبندی وہابی کو حضور کا سایہ ثابت کرنے کے لئے اس حدیث کے سوا کوئی نہ مل سکی وہ اس کو بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں۔ جواب ملاحظہ ہو۔

جواب : اس حدیث میں ظل سے مراد یہ معروف سایہ نہیں جو کثیف اجسام کا ہوتا ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں گرمی کی ٹھیک دوپہر میں یہ سایہ پڑتا ہی نہیں اور اتنا دراز

سایہ کہ دو آدمی اس میں چل سکے یہ تو گرمیوں میں دوپہر کے وقت ہمارے ہاں بھی نہیں پڑتا۔ لہٰذا یہاں یہ سایہ مراد نہیں عربی بلکہ اردو میں بھی رحمت و مہربانی و کرم اور پناہ کو سایہ کہتے ہیں عام طور پر بزرگوں کو لکھتے ہیں دام ظلہم۔ ان کا سایہ ہمیشہ رہے یا مد ظلہ ان کا سایہ دراز ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت صاحب دن رات دھوپ و آگ میں تپتے ہیں۔ اور ان کا سایہ پڑتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی مہربانی رحمت پناہ ہمیشہ رہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

اَلسُّلطَانُ العَادِلُ المُتَوَاضِعُ ظِلُّ اللّٰهِ (جامع صغیر جلد دوم ص۳۱)	عجز و انکسار والا عادل بادشاہ اللہ کا سایہ ہے۔

نیز حدیث پاک میں ہے:

سَبعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَحتَ ظِلِّ عَرشِهٖ۔	سات آدمی ہیں کہ اللہ انہیں اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

دیکھو نہ خدا تعالیٰ جسم کثیف ہے کہ اس کا سایہ ہو نہ عرش اعظم سایہ دار جسم ہے یہاں دونوں جگہ سایہ سے مراد رحمت اور پناہ ہے نیز حدیث پاک میں ہے۔

اِنَّ فِی الجَنَّةِ شَجَرَةً یَسِیرُ الرَّاکِبُ فِی ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا یَقطَعُهَا۔ (باب صفۃ الجنۃ مسلم بخاری)	جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے۔ تو اسے طے نہ کر سکے۔

دیکھو جنت میں نہ دھوپ ہے نہ چاندنی۔ پھر طوبیٰ درخت کے سایہ کے کیا معنی وہاں بھی سایہ سے مراد پناہ یا اس کے نیچے ہونا ہے۔ تمہاری پیش کردہ حدیث میں اگر سایہ سے مراد یہ سایہ معروفہ ہو تو یہ حدیث ہماری پیش کردہ حدیث ذکوان کے بھی خلاف ہوگی اور ان آیاتِ قرآنیہ کے بھی خلاف جو پہلے باب میں عرض کی گئیں۔

دوسرا اعتراض:

قرآن کریم میں رب تعالیٰ فرماتا ہے: یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الیَمِینِ وَعَنِ الشَّمَآئِلِ۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر چیز خود بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اور اس کا

سایہ بھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہو تو حضور دوسری مخلوق کے مقابلے میں کم عابد ہوں گے۔ تمام مخلوق کے دو سجدے حضور کا صرف ایک سجدہ۔ لہٰذا حضور کا سایہ ہوا تاکہ حضور انور کی عبادت بھی دو طرح کی ہو۔

جواب : اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ آپ کے اس سوال سے لازم آتا ہے۔ کہ جب کوئی دیوبندی صاحب سایہ میں نماز پڑھ رہے ہوں جہاں مولوی صاحب کا سایہ نہ پڑ رہا ہو۔ اور اس وقت کوئی جانور دھوپ میں کھڑا ہو تو جس کا سایہ پڑ رہا ہو۔ تو اسی وقت مولوی صاحب سے وہ جانور افضل ہو جاوے۔ کہ مولوی صاحب تو صرف اپنے آپ ہی سجدہ کر رہے ہیں سایہ نہیں کر رہا۔ اور وہ جانور بھی سجدہ کر رہا ہے۔ اس کا سایہ بھی جو تم اپنے متعلق وہاں جواب دو گے وہ ہی یہاں جواب دے لینا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سجدہ تمام دنیا کی تمام عمر کی عبادات سے افضل ہے۔ جب حضور کے صحابی کا سوا سیر جَو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات سے افضل ہوا تو حضور کی عبادات کا کیا پوچھنا ہے۔ کوئی چیز سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار حضور کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

مولوی صاحب! آیندہ آپ اور آپ کی جماعت ہمیشہ دھوپ میں ہی نمازیں پڑھا کریں۔ تاکہ ڈبل سجدہ ہوا کرے آپ کا اور آپ کے سایہ کا بھی۔

تیسرا اعتراض

رب تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ	فرما دو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

جب بہ حکمِ قرآنی حضور ہم جیسے ہیں اور ہم تو بے سایہ نہیں۔ بلکہ سایہ دار ہیں تو چاہیئے کہ حضور بھی بے سایہ نہ ہوں۔ سایہ دار ہوں ورنہ مِثْلُکُمْ کا ظہور نہ ہوا۔

جواب: اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دُوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو یوں کہو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں اور ہم تو نہ نبی ہیں نہ رسول نہ شفیع المذنبین نہ رحمۃ اللعالمین تو نعوذ باللہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی نہ نبی نہ رسول نہ کسی اور صفتِ عالیہ سے موصوف ہوں۔ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کی اس تفسیر سے نبوت و رسالت وغیرہ ہی کا انکار ہو گیا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مثلیت صرف اس میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم دُوسرے بندوں کی طرح نہ خدا ہیں۔ نہ خدا کی اولاد نہ خدا کے رشتہ دار بھائی وغیرہ اللہ کے خالص بندے ہیں آپ میں اُلوہیت کا شائبہ بھی نہیں۔

مخالفین کے پاس سایہ ہونے پر کوئی قوی دلیل نہیں۔ صرف عناد وضد سے انکار کرتے ہیں۔ یوں ہی واہیات شبہات کو دلائل سمجھے بیٹھے ہیں۔ ہم نے تو اسی قدر آیاتِ قرآنیہ احادیث نبویہ اقوال بزرگانِ دین عقلی دلائل تمہارے بزرگوں کے اقوال پیش کر دیئے۔ تم بھی سایہ ہونے پر کوئی آیتہ یا حدیث یا صحابی کا فرمان ہی پیش کرو۔ اگر نہیں پیش کر سکتے تو آقائے دوجہان صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک خداداد معجزے اور کمال کا کیوں انکار کرتے ہو۔ افسوس ہے کہ دوسری قومیں اپنے بزرگوں کے جھوٹے کمالات کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں اور تم اپنے رسول کے سچے کمالات ماننے کو تیار نہیں۔ اگر اس قسم کے لاکھوں کمالات رب تعالیٰ نے حضور کو دے دیئے۔

تو تمہارا کیا بگڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ وہ آنکھ عطا فرماوے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات دیکھے۔ آمین !

آنکھ والا تیرے جلووں کا تماشا دیکھے !
دیدۂ کور کیا آئے نظر کیا دیکھے

دوستو ! یہ ظاہری آنکھیں ظاہری سُرمہ سے تیز ہوتی ہیں۔ مگر دل کی آنکھ خاکِ درِ اولیاء سے منوّر ہوتی ہے۔ کسی بزرگ کے آستانہ کی خاک دل کی آنکھ پر مَلو۔ تاکہ بصیرت تیز ہو۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل نے صرف بصارت سے دیکھا۔ کافر ہی رہا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بصیرت سے بھی دیکھا۔ مومن صحابی ہوئے ؎

سُرمہ کن در چشم خاکِ اولیاء
تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہاء

○

بکتابت
سیّد فاضل شاہ انور قلمکار گجرات

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ نبی کریم رؤف رحیم صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ اس لئے نہ تھا کہ سایہ جسم سے لطیف ہوتا ہے۔ جیسے کہ دیوار درخت وغیرہ جسم کثیف اور ان کا سایہ لطیف ہوتا ہے۔ کائنات میں جسم پاک مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر آپ کا سایہ ہوتا تو آپ سے زیادہ لطیف ہوتا اور آپ کی صفتِ لطافت میں کمی ہو جاتی۔ حالانکہ آپ اپنی تمام صفات میں اکمل ترین ہیں۔ یہ تقابل رب العالمین کو پسند نہ تھا ؎

سایہ پسند آیا نہ پروردگار کو!
بے سایہ کر دیا اس سایۂ دیوار کو

آقائے دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بے سایہ ہونے کے اتنے دلائل و اقوال ہیں۔ کہ اگر اس کو اجماعی مسئلہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ نہ معلوم منکرین کو اس کے تسلیم کرنے میں کیا عذر درپیش ہے۔ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ نہ ہی بے سایہ ہونا نشانِ الوہیت ہے جو یہ عقیدہ شرک ہوتا۔ دنیا میں کروڑہا اشیا بے سایہ ہیں وہاں ان کو ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

وَصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہٖ و نورِ عرشہٖ وزینتِ عرشہٖ سیدنا و مولانا محمدٍ وّ اٰلہٖ و اصحابہٖ و بارک وسلّم

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ نُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِہٖ وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۞

○

قصیدۂ نور

از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہِ سنت مہرِ طلعت لے لے بدلا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا تیرے سجدے سے سیما نور کا

پڑتی ہے نوری بھرن امڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشتِ کفر آتا ہے ریلا نور کا

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیضِ نور ہے
ہو گئی تیری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا